میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
تصنیف
علامہ مُفتی محمد فیاض چشتی
نشانِ منزل
NISHANEMANZAL PUBLICATIONS

NISHANEMANZAL PUBLICATIONS

شاپ نمبر ۲، ظہور ہوٹل، نزد مکتبۃ المدینہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور فون: 03234878481، 37114939 -042

Web: www.nishanemanzal.com eMail: nishanemanzal@gmail.com

نام کتاب	میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مصنف	مفتی محمد فیاض چشتی
پہلی بار	نومبر 2017
تعداد	گیارہ سو
طابع	کرنل فضیل خان
ناشر	نشان منزل پبلی کیشنز
ہدیہ	-/180

ملنے کے پتے

نشان منزل پبلی کیشنز داتا دربار مارکیٹ لاہور 03234878481

چشتی کتب خانہ لاہور، فیصل آباد، مکتبہ قادریہ، مکتبہ اعلیٰ حضرت

انتساب

میں اپنی اس ادنی سی کاوش کو حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور آپ ﷺ کے والدین کے صدقہ سے اپنے والدین، اساتذہ اور ان احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جنہوں نے ہر موقع پر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

خصوصا ادارہ نشان منزل کے بانی پیر طریقت واقف رموز حقیقت پیر عبداللطیف خان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اور

اپنے محسن جگر گوشہ ضیاء الامت، عکس ضیاء الامت پروفیسر ڈاکٹر محمد ابوالحسن شاہ الازہری۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس ادنی سی کاوش کو قبول فرما کر نبی کریم ﷺ کے عاشقوں کے لئے باعث تسکین اور میرے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین بجاہ عالم ما کان و ما یکون

غلامِ غلامانِ چشت

محمد فیاض چشتی

03006356732

حمد باری تعالیٰ

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادی دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گور تیرہ کی آئے جب سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
سید بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوش خلق ستار کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حساب خندہ بیجا رلائے
چشم گریان مرتجٰی کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتاب ہاشمی نورالہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
رب سلم کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے امین ربنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اُٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانیٔ دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا خدا کا یہی در ہے نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہی آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
کرے مصطفی کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں
یہ نہیں کہ خلد نہ ہو وہ نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں
ہے انہیں کے نور سے سب عیاں ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہوتو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا

ابتدائیہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد سلام علی من اتبع الھدیٰ وسلام علی من قال یا رسول اللہ ﷺ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم○ بسم اللہ الرحمن الرحیم قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ○ قال صدق اللہ العظیم

سب تعریفیں اس بزرگ و برتر خلاق عالم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے اور درود لامحدود سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے جو باعث وجہ تخلیق کائنات ہے اور حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات سراپا نور ہے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ بنی نوع انسان کے لئے کھلی کتاب کی مانند ہے۔

اما بعد!

ہر مسرت ہر خوشی کی جان عید میلاد النبی ﷺ

عید کیا ہے عید کی بھی شان عید میلاد النبی ﷺ

فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے کہ وہ حصولِ نعمت پر اظہارِ مسرت کرتا اور زوالِ نعمت پر غمگین ہو جاتا ہے چوں کہ یہ دونوں باتیں فطری اور انسانی جبلت و طبیعت کا لازمی جز ہیں ،اس لیے ان کے حصول کے لیے کسی ترغیب کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی رکاوٹ ان

سے باز رکھنے میں کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔

اللہ رب العزت نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جن کا احاطہ ناممکن ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ خداوندی ہے: ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انھیں گن نہیں سکتے۔''

لیکن ان تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت بل کہ تمام نعمتوں کی اصل سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پورے کرۂ ارض پر ایک انقلاب بپا ہوا۔

گمراہی ہدایت سے بدلی، کفر کی جگہ اسلام آیا، فحاشی وعیاشی کی جگہ اَخلاقِ حسنہ کا دور دورہ ہوا، یتیموں کو والی اور بے سہارا کو سہارا ملا، عورتوں کی عزت وناموس کو تحفظ حاصل ہوا، ظلم وتشدد کی جگہ عدل وانصاف کا علم بلند ہوا۔ غرض یہ کہ قرآنِ پاک کی زبان میں جہنم کے کنارے پر پہنچی ہوئی انسانیت جنت کی طرف رواں دواں ہوئی اور جہنم میں گرنے سے بچ گئی۔

ایسی عظیم المرتبت شخصیت جن کی آمد سے کائنات میں بہارِ جاوداں آئی۔ اُن کی ولادتِ باسعادت پر کسے خوشی نہ ہوگی انسان تو درکنار، بے زبان چوپائے بھی باعثِ تخلیقِ کائنات کی آمد پر شاداں وفرحاں ہیں۔ کیوں کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادرِ رحمت کے سایے میں نہ صرف انسانوں کو جگہ دی بل کہ حیوانات اور پرندوں تک کو جگہ دی۔

لہٰذا عید میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی منانا اور اس پُر مسرت موقع کو عید قرار دینا یقیناً انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور تمام سلیم الفطرت انسان عید میلادالنبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عیدوں سے بڑھ کر عید قرار دیتے ہیں اور اِسے منانے کے لیے پورے جوش وخروش کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ سے جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مناتے چلے آرہے ہیں۔

چناں چہ امام احمد بن قسطلانی شارح بخاری بہ زبانِ امام جزری روایت کرتے ہیں:

''اہل اسلام حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔ خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوتیں کرتے۔ اِن راتوں میں قسم قسم کے صدقے اور خیرات کرتے اور خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں، نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور آپ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کے فضلِ عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد شریف کے خواص میں سے آزمایا گیا ہے کہ جس سال میلاد شریف پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کے لیے حفظ وامان کا سال ہوتا ہے اور میلاد شریف منانے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے جس نے ولادت کی مبارک راتوں کو خوشی ومسرت کی عیدیں بنالیا (آمین)۔''

تفسیر روح البیان میں آیت کریمہ: محمد رسول اللہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''ابن حجر الہیتمی فرماتے ہیں کہ بدعتِ حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف منانا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعتِ حسنہ ہے۔''

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''ہر طرف اور ہر شہر کے مسلمان مولود شریف کرتے ہیں۔ وہ طرح طرح کے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس محفل کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے۔ امام جوزی کہتے ہیں کہ: ''میلاد کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی رحمت وبرکت سے امن رہتا ہے اور حصولِ مراد کی خوش خبری حاصل ہوتی ہے۔''

دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے یہ عظیم خوشی کا دن ہے۔ اسی دن محسن انسانیت، خاتم پیغمبراں، رحمت دو جہاں، انیس بیکراں، چارہ ساز دردمنداں، آقائے کائنات، فخر موجودات، نبیء اکرم، نور مجسم، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاکدان گیتی پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ کی بعثت اتنی عظیم نعمت ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی نعمت اور بڑی سے بڑی حکومت بھی نہیں کرسکتی۔ آپ قاسم نعمت ہیں، ساری عطائیں آپ کے صدقے میں ملتی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

انما انا قاسم واللہ یعطی۔ میں بانٹتا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر اپنا احسان جتایا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی ولادت کا دن سلامتی کا دن ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا۔(القرآن)

دوسری جگہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے لئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سلامتی ہے ان پر جس دن پیدا ہوئے۔(القرآن)

ہمارے سرکار تو امام الانبیاء وسید المرسلین اور ساری کائنات سے افضل نبی ہیں۔(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پھر آپ کا یوم میلاد کیوں نہ سلامتی اور خوشی کا دن ہوگا۔ بلکہ پیر کے دن روزہ رکھ کر اپنی ولادت کی خوشی تو خود سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منائی اور ان کی اتباع، صحابہء کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین کرتے آئے اور آج تک اہل محبت کرتے آرہے ہیں۔حدیث پاک میں ہے:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کو خیال کر کے روزہ رکھتے تھے۔(ترمذی شریف)

دوسرے حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے دن روزے کا سبب پوچھا گیا، فرمایا اسی میں میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔(مسلم شریف)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بہت بڑی رحمت بن کر دنیا میں تشریف لائے۔

وما ارسلناك الا رحمة للعلمين۔

اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

اور رحمت الٰہی پر خوشی منانے کا حکم تو قرآن مقدس نے ہمیں دیا ہے:

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں۔

لہٰذا میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جتنی بھی جائز خوشی و مسرت اور جشن منایا جائے قرآن و حدیث کے منشا کے عین مطابق ہے بدعت سیئہ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا اچھا اور عمدہ طریقہ ہے

جس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیران ینقص من اجورهم شئی۔

جو اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اوران کا ثواب بھی اسے ملے گا جو اس کے بعد اس نئے طریقے پر عمل کریں گے، اوران عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی۔ (مسلم شریف

اس جہان رنگ و بو میں سب سے عظیم ترین واقعہ ولادت مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا" اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

(مواہب اللدنیہ، سرور القلوب)

معلوم ہوا کہ رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وجہِ تخلیق کائنات ہیں اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے تمام اہل ایمان آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد اپنے اپنے دور کے اعتبار سے مناتے چلے آرہے ہیں اور اہل ایمان اس مسئلہ پر اتفاق کرتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد انبیاء کرام نے بھی اپنے اپنے زمانے میں کیا جس کا ذکر کتبِ احادیث میں کثرت سے موجود ہے مگر کم نصیبی یہ ہے کہ کچھ لوگ کم علمی کی بنیاد پر انکار کرتے ہیں۔ ہم اپنی اس مختصر سی تحریر میں دلائل کی روشنی میں قرآن وسنّت اور اسلاف کے عمل سے ثابت کریں گے کہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منانا سنّت الٰہیہ بھی، سنّت رسول بھی، سنّت انبیاء بھی اور سنّت اسلاف بھی ہے۔

میلاد کیا ہے

سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ میلاد کا مطلب کیا ہے؟ ولادت کے واقعات بیان کرنا میلاد کہلاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقدس کلام قرآن عظیم میں انبیاء کرام کی ولادت کے واقعات کو جابجا بڑی شرح وبست کے ساتھ بیان فرمایا ہے جو اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔ موجودہ دور میں میلاد شریف کی حیثیت یہ ہے کہ لوگ جمع ہوتے ہیں، تلاوت قرآن، ذکر اذکار، نعتِ پاک، ولادتِ مبارکہ کا تذکرہ، سلام مع قیام، فاتحہ خوانی، جلوس، کھانے وغیرہ کا اہتمام، تعظیم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت کرتے ہیں۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن کی روشنی میں

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۖ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں سے ایک رسول انہیں میں کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تو ہی غالب حکمت والا۔ (البقرہ:۱۲۹)

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا　　صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عماما نور کا　　سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچّا بچّا نور کا　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک

رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (آل عمران: ۱۶۴)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن کا تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

(توبہ پا:۱۲۸)

قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔ (یونس: ۵۸)

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

اور یاد کرو جب عیسی ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ (الصف :۶)

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (جمعہ:۲)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا

اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔ (نساء:۱۷۴)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے

ساتھ گواہوں میں ہوں۔ (آل عمران:۸۱)

فضائل و آمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر

رب ذوالجلال نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی محفل میں اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور فضائل کا ذکر فرمایا۔ گویا یہ سب سے پہلی محفل میلاد تھی جسے اللہ تعالیٰ نے منعقد فرمایا۔ اور اس محفل کے شرکاء صرف انبیاء کرام علیہم السلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اور فضائل کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں موجود ہے۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کی چند محافل کا ذکر ملاحظہ فرمایئے۔ آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مسجد نبوی میں منبر شریف پر اپنا ذکر ولادت فرمایا۔

(جامع ترمذی ج2 ص201)

آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے منبر پر چادر بچھائی اور انہوں نے منبر پر بیٹھ کر نعت شریف پڑھی، پھر آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری ج1 ص65)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر بارگاہ رسالت میں ذکر میلاد پر مبنی اشعار پیش کیے (اسد الغابہ ج2 ص129)

اسی طرح حضرات کعب بن زبیر، سواد بن قارب، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک و دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی نعتیں کتب احادیث و سیرت میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ بعض لوگ یہ وسوسہ اندازی کرتے ہیں کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں لہذا تیسری عید حرام ہے۔ (معاذ اللہ) اس نظریہ کے باطل ہونے کے متعلق قرآن کریم سے دلیل لیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، (عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے

ایک (کھانے کا) خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی)۔
(المائدہ، 114، کنزالایمان)

صدرالافاضل فرماتے ہیں، (یعنی ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنائیں، اسکی تعظیم کریں، خوشیاں منائیں، تیری عبادت کریں، شکر بجالائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو۔ اس دن کو عید بنانا اور خوشیاں بنانا، عبادتیں کرنا اور شکر بجالانا صالحین کا طریقہ ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن ومحمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے)۔ (تفسیر خزائن العرفان)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت (الیوم اکملت لکم دینکم) تلاوت فرمائی تو ایک یہودی نے کہا، اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ اس پر آپ نے فرمایا، یہ آیت جس دن نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، عید جمعہ اور عید عرفہ۔ (ترمذی) پس قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا کہ جس دن کوئی خاص نعمت نازل ہو اس دن عید منانا جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے۔ چونکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے صدقے میں ملی ہیں اس لیے آپ کا یوم میلاد بدرجہ اولی عید قرار پایا۔

عید میلاد پہ ہوں قربان ہماری عیدیں کہ اسی عید کا صدقہ ہیں یہ ساری عیدیں

محدثین وعلماء اسلام کی حمایت میں آراء

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اکابر محدثین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

شب میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر سے افضل ہے، کیونکہ شب قدر میں قرآن نازل ہوا اس لیے وہ ہزار مہینوں سے بہتر قرار پائی تو جس شب میں صاحب قرآن آیا وہ کیونکہ شب قدر سے افضل نہ ہوگی؟ (ماثبت بالسنۃ فی أیام السنۃ شیخ عبدالحق دہلوی)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند　اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سب سے پہلے اپنے محبوب کی آمد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی محفل میں فرمایا اور محبوب کے فضائل خود بیان فرما کر سب سے یہ عہد لیا جس کا ذکر قرآنِ مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے وہی لوگ فاسق ہیں (سورہ آل عمران پارہ: ۳ آیت: ۸۱، ۸۲) غور فرمائیں آیت مبارکہ کا ایک ایک لفظ شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا گواہ ہے آمدِ محبوب کا ذکر محفل انبیاء میں کس شان کے ساتھ اور کتنی تاکیدوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

جشن میلاد منانا سنّتِ الٰہیہ

تمام کتب احادیث وسیر میں یہ بات کثرت سے ملتی ہے جس سال اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب آمنہ کی گود میں جلوہ گر فرمایا، خود بھی خوشی کا اظہار فرمایا، ولادتِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں خشک سالی دور فرمادی، درختوں کو پھلوں اور پھولوں سے بھر

دیا، رزق میں اتنی کشادگی ہوئی کہ وہ سال خوشی کا سال کہلایا۔ (الخصائص الکبریٰ) حضرت عمر بن قتیبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا جو تبحر عالم تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس روز سورج کو عظیم نور بخشا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سال یہ اذن جاری فرمادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم میں تمام دنیا کی عورتیں لڑکوں کو جنم دیں۔ (سیرت الحلبیہ)

میلاد منانا سنت مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود صحابہ کرام کو اپنے میلاد پر شکر کی ترغیب دی۔ لوگ سال میں ایک مرتبہ میلاد منانے کی مخالفت کر رہے ہیں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ اپنی میلاد کا دن مناتے تھے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی دن میری ولادت ہوئی اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد کے موقع پر بکرے ذبح کرنا

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک محفلِ میلاد کی اصل احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں اپنی وِلادتِ طیبہ کے موقع پر جانور ذبح فرماتے اور صحابہ کی ضیافت کرتے۔

(الحاوی للفتاویٰ)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن منانا سنّتِ صحابہ بھی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ انبیاء کے بعد افضل ترین مخلوق ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں جس کی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔ جب ہم صحابہ کی زندگیوں کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد مناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے اہل وعیال کے سامنے ولادت کے واقعات بیان کر رہا تھا کہ اچانک حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور میلاد پڑھتے دیکھ کر فرمایا تم پر شفاعت حلال ہوگئی۔ (تنویر فی مولد البشیر ، الدرالمنظم) اے میلاد منانے والے عاشقانِ رسول جھوم جاؤ۔ صحابیٔ رسول عبداللہ ابن عباس میلاد منا رہے ہیں اور میلاد کے صدقے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا مژدہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ پاک سے سن رہے ہیں کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میلاد منانے والوں کو شفیع المذنبین شفاعت کی خیرات عطا فرما رہے ہیں آیئے دوسری حدیثِ پاک ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کو میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا رہے تھے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور سب فرشتے تمہارے لئے بخشش کی دعا مانگ رہے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام (ذکر میلاد مبارک) کرے گا اسے تمہارے جیسا ثواب ملے گا۔ (تنویر فی مولد البشیر ، الدرالمنظم)

جشنِ میلاد اور سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل

تمام صحابہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ حضرت علامہ علاء الدین ابن ملاجیون صاحبِ تفسیر احمدی فرماتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارہ ربیع الاوّل کو سیّد عالم روحِ کائنات مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ۱۰۰/اونٹ ذبح فرماتے ، مسلمانوں کی ضیافت فرماتے۔ اگر انصاف موجود ہے تو انصاف کو آواز دی

جائے کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک موقع پر لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے میلاد النبی نہیں منائی یہ شرک ہے بدعت ہے! مسلمانوں یہ بتاؤ کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بدعتی تھے معاذ اللہ؟ نہیں ہر گز نہیں تو پھر فساد کیوں پھیلایا جا رہا ہے حق قبول کیوں نہیں کیا جاتا۔

صحابہ کا جلوس نکالنا

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی عورتوں نے اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر اور لڑکوں اور غلاموں نے راستوں میں پھیل کر ہر طرف یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ کے نعرے بلند کئے۔ امام بخاری فرماتے ہیں جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ اتنے خوش تھے کہ ایسی خوشی اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

(زرقانی علی المواہب، مسلم شریف)

صحابہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد پر جلوس بھی نکالیں یا رسول اللہ کا نعرہ بھی لگائیں اور ہم صحابہ کی پیروی میں میلادِ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جلوس نکالیں تو ہم سنّت صحابہ ادا کر کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثبوت دیتے ہیں۔

جھنڈے لہرانا

حضرت امام ابوبکر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ کائنات انسانی کی سب سے عظیم ماں حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وقت ولادت اللہ پاک نے میری نظروں سے حجابات اٹھا دیئے اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھا اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جھنڈا کعبۃ اللہ کی چھت پر لگایا ہوا تھا بس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے سجدہ کیا۔

(مواہب اللدنیہ، مدارج النبوۃ)۔

امام قسطلانی مزید نقل فرماتے ہیں: حضرت سیّدنا ابوالعاص کی والدہ بیان فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت موجود تھی میں نے دیکھا کہ حضرت آمنہ کا گھر انوار سے معمور ہوگیا اور میں نے ستاروں کو گھر کے اتنے قریب دیکھا کہ مجھے گمان ہوا کہ عنقریب مجھ پر گرجائیں گے۔(مواہب اللدنیہ) اے عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مچل جاؤ! ہمارا نبی کیسا عظمت والا نبی ہے وقت ولادت قدرت نے جھنڈے مشرق ومغرب میں لہرادیئے اور مکان آمنہ پر ستاروں کے قمقمے لگادیئے وہ خدا ہوکر محبوب کی ولادت پر اتنا ناز اٹھاتا ہے ہم امّتی ہیں اور وفادار امّتی ہیں کیوں کرنہ ہم اپنے مکان دکان گلی کوچے سجائیں اور سنّتِ الٰہیہ بجالائیں۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محدثینِ کرام

محدث ابن الجوزی اور میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اہل مکہ ومدینہ، اہل مصر ویمن اور تمام عالم اسلام مشرق تا مغرب ہمیشہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ سعیدہ کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تذکرے کا کیا جاتا ہے اور مسلمان ان محافل کے ذریعے اجرِ عظیم اور بڑی روحانی کامیابی پاتے ہیں (المیلاد النبی)

امام حافظ السخاوی کا جشن ولادتِ رسول پر نظریہ: تمام اطراف واکناف میں اہلِ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں خوشی کی بڑی بڑی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ اس کی راتوں میں جی بھر کر صدقہ اور نیک اعمال میں اضافہ کرتے ہیں خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ ان محافل

کا موضوع ہوتا ہے۔(سبل الہدیٰ)

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی اور میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: میرے نزدیک میلاد کے لئے اجتماع، تلاوت قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ کے مختلف واقعات اور ولادت کے موقع پر ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ ان بدعاتِ حسنہ میں سے ہے جن پر ثواب مرتب ہوتا ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ومحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔(حسن المقصد فی عمل المولد، الحاوی للفتاویٰ)

شارحِ بخاری امام ابوبکر القسطلانی: ربیع الاول چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت کا مہینہ ہے لہذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔اس کی راتوں میں صداقت اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں۔خصوصاً ان محافل میں آپ کی میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں محفلِ میلاد کی یہ برکت مجرّب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل واحسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی جس کے دل میں مرض ہے(مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۲۷)

محدثِ کبیر امام ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ: میلاد اور اذکار کی محافل جو ہمارے ہاں منعقد ہوتی ہیں اکثر خیر ہی پر مشتمل ہیں کیوں کہ ان میں صدقات ذکر الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود وسلام عرض کیا جاتا ہے۔(فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۲۹)

شارحِ بخاری حضرت علامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ: تمام ممالک کے علماء اور مشائخ محفل میلاد اور اس کے اجتماع کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی بھی اس کی شرکت سے انکار نہیں کرتا ان کی شرکت سے مقصد اس مبارک محفل کی برکات کا حصول ہوتا ہے

۔(انوار ساطعہ ۱۴۴)

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا، جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرر ہے تھے اور وہ واقعات بیان کرر ہے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار وتجلیات کی برسات شروع ہوگئی انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کا ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہر حال جو بھی ہو میں نے غور وخوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہے جو ایسی مجالس میں شرکت پر معمور کئے گئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا (فیوض الحرمین ۸۱، ۸۲)

امام عرب وعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ: مولد شریف تمام اہلِ حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے۔ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذّت پاتا ہوں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب مر گیا میں نے ایک سال بعد اسے بڑے برے حال میں دیکھا اور کہتے ہوئے پایا تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف

کردی جاتی ہے اور یہ اس وجہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سوموار (پیر) کے دن ہوئی اور جب ثویبہ نے اس روز ابولہب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خبر دی تو اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ روایت میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر خوشی اور مال صدقہ کرنے والوں کے لئے دلیل اور سند۔ ابو لہب جس کی مذمت قرآن میں نازل ہوئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کرتا ہے تو کیا مقام ہوگا اس مسلمان کا جس کے دل میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجزن ہے اور ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرے ہاں مگر بدعات مثلاً رقص غیروں کی طرح ناچنا اور غیر اسلامی اعمال سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعہ میلاد کی برکت سے انسان محروم ہو جاتا ہے (مدارج النبوۃ)

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (مائدہ: ۱۵)

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (الضحیٰ: ۱۱)

عظمت وشان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ

اللہ جل جلالہ نے اسمعیل کی اولاد میں کنانہ کو چُنا اور قریش کو کنانہ میں سے اور

بنی ہاشم کو قریش میں سے اور مجھ کو بنی ہاشم میں سے۔ (مسلم)

3

حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا:

أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةُ عِيسَى قَوْمَهُ، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو کہ انہوں نے میری وقت ولادت دیکھا بے شک اُن سے ایک نور خارج ہوا جس سے اُن کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے۔) (مسند احمد).

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَتَانِي جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ رَبِّي وَرَبَّكَ يَقُولُ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ ؟ قَالَ اللهُ أَعْلَمُ، قَالَ إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي

میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے کہا: بے شک آپ کا اور میرا رب آپ سے اِستفسار فرماتا ہے: میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے حبیب!) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔) (مجمع الزوائد للہیثمی).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی (متفق علیہ).

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔
(متفق علیہ).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ

میں رحمت ہوں اور ہدایت دینے کے لیے آیا ہوں۔ (الحاکم فی المستدرک)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً ، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ"

مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں۔ (۱) ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی (۲) میرے لئے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے

میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہئے۔(۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔(۴) پہلے انبیاء خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے تھے۔لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے۔(۵) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔(بخاری)

بے مثال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا　　　تیرے خالق وحسن وادا کی قسم

اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی عزت وشان عطا فرمائی کہ کسی کو بھی کائنات کی تخلیق سے لیکر اب تک اور نہ تو آپ کی پیدائش سے پہلے یا بعد میں اور نہیں آپ کی زندگی یا آپ کی وفات کے بعد کسی اور کو میسر ہوئی ہے۔

تخلیق کے آغاز میں اللہ تعالی کی جانب سے اپنے رسول کی عزت وشان افزائی یہ ہے کہ اللہ نے اولین وآخرین کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بلند فرمایا، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے جتنے بھی نبی کو بھیجا ان سے عہد و پیمان لیا کہ اگر کسی نے بھی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پایا تو ضروری ہے کہ ان پر ایمان لائے اور انکی مدد کرے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ [آل عمران)

اللہ تعالی نے اس عہد و پیمان کی شان یوں بڑھائی کہ نبیوں کے ساتھ خود اللہ نے اس کی گواہی دی۔

ایمان کی اصل محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صرف یہی نہیں بلکہ بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ رسول اللہ کی محبت کو اپنی جان جو اس کے پہلو میں ہے اور اپنی اولاد اور تمام لوگوں کی محبت پر مقدم نہ کرے۔ عبداللہ بن ہشام سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) »لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ« فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) الْآنَ يَا عُمَرُ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوا میری اپنی جان کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا) جب میں تمہیں تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہر واللہ! اب آپ مجھے میری پھر اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں، عمر! اب تیرا ایمان پورا ہوا۔ (بخاری)

جو رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اس شخص کے شرف و منزلت کیلئے یہ کافی ہے کہ قیامت کے دن اسکا حشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گا۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی عزت و شرف کا مقام نہیں ہو سکتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک صاحب (ذو

الخویصرہ یا ابو موسیٰ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ اے رسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَعْدَدْتَ لَهَا ؟ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ ، ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صِيَامٍ ، وَلاَ صَلاَةٍ ، وَلاَ صَدَقَةٍ ، وَلَكِنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ ، قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ (رواہ البخاری)

(تم نے قیامت کے لئے تیاری کیا کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کچھ بھی نہیں، سوا اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمہارا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تمہیں محبت ہے۔) (بخاری)۔

رسول اللہ کی عزت وشان کی اعلیٰ مثال میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکے نام کے ساتھ مخاطب نہیں فرمایا جیسا کہ پچھلے تمام نبیوں کو مخاطب کیا ہے۔ پرورگار عالم ہر نبی کو صرف انکے نام سے مخاطب کرتا تھا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (البقرۃ)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ (آل عمران)۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ (ہود)۔ يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (القصص) يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (مریم) يَا مُوسَى ٥ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ (طٰہٰ)، يَا إِبْرَاهِيمُ ٥ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (الصافات)، يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (مریم)

لیکن خاتم الانبیاء محمد صل اللہ علیہ وسلم کو ایسے القاب وآداب سے مخاطب کیا گیا جو انکی نبوت ورسالت کے شرف پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا

أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الأحزاب) ارشادِ باری ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المائدة) اتنا ہی نہیں بلکہ اللہ عزوجل نے امت کو منع کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر آپ کو پکارا جائے، جیسا کہ دیگر امتیں اپنے نبیوں کو انکے نام سے پکارتی تھیں، اور اسکی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت عذاب کی دھمکی دی ہے۔

ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳)

اسی طرح اللہ عزوجل کا اپنے رسول کی عزت افزائی میں سے آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی کا واجب ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا (الأحزاب: ۲۱) یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کی اتباع اور پیروی کے وجوب کی بڑی دلیل ہے۔ کیا ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں؟

اللہ عزوجل کا اپنے رسول صل اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی میں سے یہ ہے کہ اللہ عز وجل نے اپنی کتاب میں ان پر درود بھیجا ہے، اور انکے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں اور مؤمنوں کو بھی اسکی ترغیب دیا ہے کہ وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الأحزاب: ۵۶)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ کی عزت افزائی میں سے یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے انکی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے، جبکہ دیگر انبیاء کے سلسلے میں یہ بات نہیں ہے۔نبیوں پر انکی قوم نے الزام لگایا تو وہ خود اپنا دفاع کرتے تھے۔حضرت نوح کو انکی قوم نے گمراہی کا الزام لگایا۔اس بات کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے: قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (الأعراف: ٦٠)۔نوح علیہ السلام خود اپنا دفاع کرتے ہیں۔ارشادِ باری ہے: يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (الأعراف)۔قوم ہود علیہ السلام نے انہیں حماقت اور جھوٹ کا یہ الزام لگایا: إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (الأعراف) تو انہوں نے خود اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا: يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ [الأعراف) لیکن خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم نے جب جب انہیں بہتان تراشی کی اور ان پر جھوٹا الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی ذمہ داری خود لے لی۔جب قوم نے ان پر شاعر ہونے کا الزام لگایا، ارشاد باری ہے: {بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ [الأنبياء) تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے جواب دیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ [يس)

جب کفار نے کہا کہ یہ کاہن ہیں وہی بکتے ہیں جو شیطان انکو بتاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے انکو یوں جواب دیا: فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ (الطور) تو اللہ تعالیٰ نے نبی کے دفاع میں قسم کھائی، اور اس سے بڑھ کر عظیم کوئی قسم نہیں ہو سکتی، اور قرآن اور وحی کے سچ ہونے کی تصدیق اور انکے اتہام اور افتراء کے رد میں یوں فرمایا: فَلَا

أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ○ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ○ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ○ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلاً مَا تُؤْمِنُونَ ○ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلاً مَا تَذَكَّرُونَ ○ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الحاقۃ)

جب ان لوگوں نے کبھی یہ کہا کہ جادوگر ہیں تو اللہ نے ان الفاظ میں جواب دیا: كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ (الذاریات) اور کبھی یہ کہا کہ ان پر جادو کا اثر ہے تو اللہ تعالی نے ان الفاظ میں جواب دیا: وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلاً مَسْحُوراً ○ انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلاً (الفرقان)

جب ان لوگوں نے کہا کہ پاگل ہیں، تو اللہ تعالی نے انکا یوں جواب فرمایا: أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ (المؤمنون) اور ارشاد ہے: ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ○ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ○ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْراً غَيْرَ مَمْنُونٍ ○ وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ) (القلم)

جب اس قوم نے ان پر گمراہی اور کج روی کا الزام لگایا تو اللہ نے انکو یوں جواب دیا: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (النجم) بلکہ اللہ تعالی نے مشرکین سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت اور تایید خود اپنے ذمہ لے لیا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المائدۃ)

اسی طرح اللہ تعالی کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی میں سے

آپ e کی رسالت کا عام ہونا بھی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کسی خاص نسل یا کسی خاص قوم تک منحصر نہیں ہے، بلکہ یہ رسالت تمام لوگوں کیلئے عام ہے۔اللہ تعالی نے ہرامت کیلئے مخصوص نبی بھیجا، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوتمام لوگوں کیلئے عام بنا کر بھیجا، اور قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ارشاد باری ہے:: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سبأ)

اللہ تعالی کی جانب سے آپ کی عزت افزائی میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہ السلام پر فضیلت دی ہے،تو اللہ سبحانہ وتعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوتمام انبیاء اور رسول پر افضلیت بخشی ہے۔ یہ بات قرآن کریم میں اللہ تعالی کے اس قول سے واضح ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ " (البقرة) اس بات پر محققین اور مفسرین علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالی کے قول: وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت عالی مقام ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زندہ وجاوید معجزہ قرآن کریم اتارا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت گزشتہ رسالتوں کی خوبیوں کو یکجا کرنے والی رسالت ہے۔

الحمد للہ! قرآن مقدس میں صراحت کے ساتھ میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر موجود ہے اختصار ملحوظ ہے ورنہ اور بھی آیتیں ہیں جو طوالت کے خوف سے درج نہیں کی گئیں ۔جس طرح قرآن مقدس میں میلادِ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر موجود ہے اسی طرح احادیث پاک میں بھی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد کا تذکرہ موجود ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے دن

روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی دن میری ولادت ہوئی اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔(مسلم)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں دعائے خلیل ہوں اور بشارت عیسیٰ ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا ان سے ایک نور نکلا جس سے انہوں نے شام کے محلات کو دیکھا ۔(مشکوٰۃ)

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور ساری کائنات کو میرے نور سے اور میں اللہ کے نور سے ہوں (مصنف عبد الرزاق) ذکر ولادت کی احادیث سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں مگر اختصار کی وجہ سے ہم نے تین احادیث پر اکتفا کیا آیئے جب قرآن وسنّت سے ذکر ولادت مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہے تو دیکھیں کس کس نے جشنِ میلاد منایا تاکہ معلوم ہو کہ میلاد منانے والے بدعتی نہیں ہیں بلکہ سنّت رسول اور اسلاف کے طریقہ پر ہیں اور حبّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد پر جنت کے حقدار ہیں۔

آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار

الحمیری نے اپنے مشیروں سے اس بابت بھی رائے طلب کی،فیصلہ کیا گیا کہ اہل یثرب کے معززین سے رابطہ کیا جائے۔چنانچہ یمنی فوج کا ایک وفد شہر کی بارسوخ اور محترم شخصیات سے ملا۔انہوں نے بتلایا کہ ہم اہل یثرب مختلف قوموں،نسلوں اور علاقوں کے باشندے ہیں جو اپنے آبائی اوطان چھوڑ کر اس شہر میں اس لئے آکر آباد ہوئے ہیں کہ ہم کو

یہ بتایا گیا کہ یثرب، سرزمین عرب کی وہ وادی ہے جہاں کائنات کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر آباد ہونگے اور پھر اسی بستی کو اپنی جائے سکونت بنالیں گے۔ چنانچہ ہم ایک عرصہ سے اس نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔

یمنی وفد نے واپس جا کر جب یہ حیرت انگیز بات شاہ یمن کو بتائی تو وہ بے حد متاثر و حیران ہوا۔ رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا تذکرہ سن کر اس کا دل گداز ہو گیا اور آنکھوں میں اشکوں کی نمی چھلکنے لگی۔ وہ اس خواہش سے بے تاب ہو گیا کہ کاش وہ بھی اس برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کر سکے۔ اس شوقِ زیارت نے اس کے پیکر جسمانی میں اضطراب واشتیاق دید کی ایک لہر دوڑا دی۔

ایک ہزار سال قبل استقبالِ میلاد جلوس

وہ شب، شاہ یمن کی زندگی میں آنے والی سب سے انوکھی اور مضطرب شب تھی۔ اس شب کی صبح بیدار ہو کر الحمیری نے اپنے فوجیوں کے ہمراہ شہر یثرب کی گلی کوچوں اور بازاروں میں ایک بڑے جلوس کی شکل میں گھومنا شروع کیا۔ یہ جلوس اتنی شاندار طریقے اور نظم وضبط سے شہر کے مختلف علاقوں میں گھومتا رہا کہ اہل یثرب ان لوگوں کے ذوق وشوق اور عقیدت کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ تبع الحمیری بہ نفس نفیس خوش الحانی اور سوز و گداز سے دل میں اتر جانے والے عقیدت واحترام سے بھرپور اشعار بلند آواز سے پڑھتے جارہے تھے۔ ذیل میں ان سے چند منتخب اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

شهدت على احمد انه رسول من الله بارى النسم

ولو مد عمرى الى عمره لكنت وزيرا له وابن عم

وجاهدت بالسيف اعداءه وفرجت عن صدره كل غم

''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں، وہ اللہ جوارواح کو پیدا فرمانے والا ہے۔ اگر میری عمر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانہ تک باقی رہی تو میں ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بیٹے کی طرح آپ کا مدد معاون بنوں گا اور شمشیر بکف ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے ایسا جہاد کروں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام دلی غم دور ہو جائیں''۔

(ابن ہشام، السیر ۃ النبویۃ (مدینہ پر حملہ)، 1:21،22)

عالمی تاریخ کا یہ ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے کہ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس صدیاں پہلے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم الشان جلوس شاہ یمن کی زیر قیادت اُسی شہر میں بڑے تزک و احتشام سے نکالا گیا جس شہر کے باسی اسی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی آس لگائے ان کی راہ دیکھ رہے تھے۔

تاریخی شواہد اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جلوس اتنا وجد آفرین تھا کہ حلاوت و عقیدت میں ڈوبے ہوئے اشعار کے علاوہ اس جلوس میں شامل لوگ ''یا محمد یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' کے ایمان افروز نعرے بھی لگا رہے تھے جس سے اردگرد کا ماحول نہایت رقت آمیز ہو گیا تھا۔

زیارتِ مصطفیٰ کی نیت سے مدینہ میں سکونت

مورخین رقمطراز ہیں کہ تبع الحمیری کے ہمراہ اس جلوس میں علماء و فصحاء، دانشور اور اہل قلم کی ایک کثیر تعداد بھی شریک تھی۔ ان میں سے علماء کی ایک جماعت نے شاہِ یمن سے یہ کہا کہ ان کو اسی شہر میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی اجازت دی جائے تا کہ زیارت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز و فیض یاب ہو سکیں۔ شاہ یمن نے جواب دیا

کہ میں خود بھی ایک سال تک یثرب میں ہی قیام کروں گا، ممکن ہے اس دوران آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مژدہ جاں فزاء سن لوں مگر رب کریم کو ابھی یہ منظور نہ تھا کیونکہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت میں ابھی ایک ہزار چالیس سال باقی تھے۔ جب یہ پورا سال گزر گیا تو شاہ یمن نے اپنی روانگی سے پہلے ایک مکتوب بحضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کیا اور ڈبہ میں بند کر کے شامول نامی ایک عالم کو امانتاً یہ کہہ کر دیدیا کہ اگر آپ کو یہ زیارت نصیب ہو تو میرا عاجزانہ یہ مکتوب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کر دینا۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے تو اپنی آنے والی نسلوں کو امانتاً یہ خط منتقل کرتے رہنا یہاں تک یہ اس خوش نصیب انسان تک پہنچ جائے جسے رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت و دیدار نصیب ہو۔ تبع الحمیری کے اس مکتوب کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام تبع الحمیری کا مکتوب

''اے رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب پر ایمان لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب پر جو تمام جہانوں کا مالک و مولیٰ ہے میں ایمان لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کی جو فضیلتیں نازل ہوئیں میں نے ان کو قبول و تسلیم کیا۔ اگر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تو میں نے گویا نعمت حاصل کر لی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے روز قیامت شفاعت فرما دیں اس لئے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولین امت میں سے ہوں، لِلّٰہ اس روز مجھے فراموش نہ کیجئے گا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع، تشریف آوری اور اللہ کی طرف سے مبعوث بہ رسالت

ہونے کی تصدیق کی ہے''۔

یہ مکتوب عقیدت شاہ یمن کی ہدایت کے مطابق شامول کی نسل میں مسلسل سفر کرتا ہوا مشہور صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک جا پہنچا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت صدیوں پرانا یہ راز اس وقت افشا ہوا جب ناقۂ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھٹنے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے ٹیک دیئے اور پھر یہی گھر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یثرب میں پہلی قیام گاہ بنا کیونکہ تبع الحمیری کا وہ مکتوب 21ویں پشت سے انہی کے پاس من وعن موجود تھا۔

''مرحبا یا الاخ الصالح''

جب یہ مکتوب انہوں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسے پڑھنے کا حکم دیا۔ اس مکتوب کو بغور سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف تبع الحمیری کا مسلمان ہونا قبول فرمایا بلکہ اس کی پیش کردہ شفاعت کی عرض داشت بھی منظور فرمالی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبع الحمیری کے پیام محبت سے اتنے مسرور وشاداں اور متاثر ہوئے کہ بے ساختہ لب ہائے مبارک پر تین بار مرحبا یا الاخ الصالح کے الفاظ ادا ہوئے یعنی میں اپنے صالح بھائی تبع الحمیری کو مرحبا کہتا ہوں۔ (شامی، سبل الہدیٰ والرشاد، 3:274)

لہٰذا ثابت ہوا کہ بعثت نبوی سے 1040 سال پہلے شاہ یمن نے عقیدت ومحبت میں ڈوب کر یثرب کی گلیوں اور بازاروں میں میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا ارضی جلوس نکالا تھا۔ اسی وقت اپنے ساتھیوں سمیت وہ رسالت ونبوت پر ایمان لاکر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس طرح یہ تمام یمنی لوگ سابقون والاولون میں شمار ہوئے۔

عید میلاد النبی ﷺ

عید میلادِ النبی، یا جشن عید میلاد النبی یا صرف میلاد النبی (مَوْلِدُ النَّبِیِّ) ایک اسلامی تہوار یا خوشی کا دن ہے جو مسلمان مناتے ہیں۔ یہ دن مسلمان ہر سال اپنے نبی محمد ﷺ کی ولادت کی مناسبت سے مناتے ہیں۔ یہ ربیع الاول کے مہینا میں آتا ہے جو اسلامی تقویم کے لحاظ سے تیسرا مہینا ہے۔ ویسے تو میلاد النبی اور محافلِ نعت کا انعقاد پورا سال ہی جاری رہتی ہیں، لیکن خاص ماہِ ربیع الاول میں عید میلاد النبی کا تہوار پوری مذہبی عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔ یکم ربیع الاول سے ہی مساجد اور دیگر مقامات پر میلاد النبی اور نعت خوانی (مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محافل شروع ہو جاتی ہیں جن علماء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، آپ کی ذات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح مختلف شعراء اور ثناء خوانِ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیہ گلہائے عقیدت اور درود وسلام

پیش کرتے ہیں۔ 12 ربیع الاول کو کئی اسلامی ممالک میں سرکاری طور پر عام تعطیل ہوتی ہے۔اس کے علاوہ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، کوریا، جاپان اور دیگر غیر اسلامی ممالک میں بھی مسلمان کثرت سے میلادالنبی اور نعت خوانی کی محافل منعقد کرتے ہیں۔

وجہ تسمیہ اور مختلف ممالک میں دیگر نام

لفظ مولید کا مصدر ولد ایک عربی لفظ ہے۔جس کے معنی تولید، یا جنم دینا، یا وارث کے ہیں۔ (قاموس المنجد)

عصری دور میں مولد یا مولود لفظ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کو کہتے ہیں۔

میلادالنبی کے دیگر نام مختلف ممالک میں:

عیدالمولِد النبوی۔ولادتِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عربی)

عیدِ میلادالنبی۔ولادتِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اردو)

عیدِ میلادالنبی۔(بنگلادیش، سری لنکا، مالدیپ جنوبی بھارت)

مولدالنبی۔(مصری عربی)

المولد۔تیونس عربی (تیونسی عربی)

گاموں:(اولوف زبان)

مولود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عربی)

مولدالنبی: (عربی)

مولیدالرسول:: (ملائی)

مولیدنبی: (انڈونیشیائی زبان)

مولود نبی: (ملیشیائی)

مولیدی: (سواحلی زبان ھاوسازبان)

مولودِ شریف: (Dari / اردو)

مولوداین۔نبووی ایشریف:۔(الجیری)

مووِلدِ شریف/ مولث شریف: (ترکی زبان)

مولود/مووِلد: (بوسنین)

میولید: (البانوی)

میلادِ پیمبرِ اکرم: (فارسی)

مولود: (جاوانیس)

نبی جیانتی/مہانبی جیانتی: (سنسکرت زبان جنوبی ہند کی زبانیں)۔مہا کا مطلب "عظیم"۔

یوم النبی: (عربی)

لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے احوال کے اظہار و برکات کے سلسلہ میں لفظ میلاد کا اولین استعمال جامع ترمذی میں ہے، جو صحاح ستہ میں سے ایک حدیث کی کتاب ہے۔اس میں ایک باب بعنوان ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اس بات سے لفظ میلاد کے اولین استعمال کا نشاندہی ہو جاتی ہے۔اس باب میں وہ روایات جمع ہیں جن میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہے۔(میلاد النبی، تحقیق۔تنقید)

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات

میلاد اکثر اسلامی ممالک میں منایا جاتا ہے، اور دیگر ممالک جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد

ہے وہاں پر بھی، جیسے بھارت، برطانیہ، کینیڈا، اور روس وغیرہ۔ لیکن عرب ممالک سعودی عرب کویت اور بحرین میں اس دن سرکاری سطح پر چھٹی نہیں ہوتی۔ مقبول اسلامی تعطیلات کی رسمی تقریبات میں شرکت کو اسلامی احیاء کے اظہار کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ میلاد کا جشن منانے کے لیے بظاہر عام مسلمانوں کا کوئی ایک واضح مقصد متعین نہیں ہے، جشن مقدس اور حرمت کے نام پر کیا جاتا ہے۔

اس دن مسلمانوں کی ایک تعداد روزہ رکھتی ہے۔ جس کی وجہ اسلام میں شکر نعمت پر نماز یا روزہ رکھنے کی سنت ہے، خود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ وہ ہر پیر کے دن اپنی ولادت کی یاد میں روزہ رکھا کرتے (کیونکہ یہی ان کی پیدائش کا دن ہے)۔ (مسلم، بیہقی، سنن نسائی)

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوس

اس دن کئی ممالک میں خاص کر پاکستان، بھارت، ملائشیا، بنگلہ دیش وغیرہ میں عوامی جلوس نکالے جاتے ہیں، سڑکوں، چوراہوں کو سجایا جاتا ہے، جگہ جگہ کھانے پینے کا بندوبست کیا جاتا ہے، اور منچ بنائے جاتے ہیں، جن پر علماء سیرت کا بیان کرتے ہیں جو اس دن عام طور پر معجزات نبوی، ولادت نبوی، میلاد بطور نعمت کے تشکر جیسے عنوانات پر ہوتے ہیں۔ نعت خواں پارٹیاں ٹولیوں کی صورت نعتیں پڑھتی ہیں، اور جلوس مخصوص راستوں سے ہوتے ہوئے منزل پر اختتام پزیر ہوتا ہے۔ یہ جلوس عام طور پر 12 کو نکالے جاتے ہیں، لیکن پورا مہینا ہی شہر کے الگ الگ گوشوں میں چھوٹے پیمانے پر بھی جلوس، ریلیاں اور گھروں میں مجالس میلاد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ

میلاد کی ابتداء (عین ولادت کے دن پیدائش کی خوشی میں کچھ اعمال کا بجالانا) کی وجوہات میں ربیع الاول میں مکہ شہر میں جائے ولادت پر مسلمانوں کا جانا اور قرآن خوانی کرنا، نعت گوئی کرنا اور درود وغیرہ پڑھنا شامل ہے۔

(میلاد یا مولود، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

ڈاکٹر این میری شمل نے مجالس میلاد کے انعقاد اور میلاد کی ابتداء اور فروغ کے بارے میں جو رائے دی ہے اس لحاظ سے یا سلسلہ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوا ہے۔

امام سخاوی فرماتے ہیں کہ میلاد منانے کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے اور اس کے بعد سے تمام ممالک میں مسلمان عید میلاد النبی مناتے چلے آرہے ہیں۔ (محمد رسول اللہ، صفحہ ۳۳)

مروج میلاد کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی اپنی رائے میں لکھتے ہیں (سیرت النبی) کہ جس نے اس مہینے کو ولادت نبوی کی یادگار اور محفل میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفر الدین ابن زین العابدین وہ پہلا شخص ہے، جس نے مجلس میلاد (سرکاری طور پر) قائم کی۔ ابن خلکان نے ملک مظفر شاہ اربل (549ھ تا 630ھ) کے حال میں لکھا ہے مولود شریف بڑی دھوم دھام اور تزک واحتشام سے منایا کرتا تھا، یہ صلیبی جنگوں کا دود تھا۔ اس کے لیے ابن وحیہ (متوفی 633ھ) نے 604ھ میں کتاب التنویر فی مولد السراج المنین لکھی تھی اور بادشاہ نے اسے انعام واکرام سے نوازا تھا، وہ مشاہیر فضلاء میں سے تھا۔

جلال الدین سیوطی کے شاگرد، محمد بن علی یوسف دمشقی شامی نے سیرت شامی (سبل الدی و الدشاد فی سیرۃ خیر العباد) میں لکھا ہے کہ؛ سب سے پہلے مولود عمر بن محمد موصلی نے کیا تھا جو ایک نیک آدمی مشہور تھے اور ان کی پیروی سلطان اربل نے کی۔

مگر حسن مثنیٰ کی تحقیق کے مطابق سلطان اربل سے بھی پہلے سرکاری مجلس میلاد شاہ سلجوقی نے منائی؛ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے 485ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا چرچا ہوا کیونکہ یہ سرکاری طور پر تھی اس لیے اس کا تذکرہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔ ورنہ عوامی طور پر یہ دن عوام اپنے اپنے انداز میں منا رہی تھی۔

عقد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش مکہ کے وہ حسین و جمیل، مردانہ وجاہت کا شاہکار نوجوان تھے جن کے حسن کی انتہا وہ نور نبوت تھا جو پیدائش سے لے کر آج تک ان کی روشن اور کشادہ پیشانی میں ستاروں کی مانند چمکتا تھا۔ اسی نور کے باعث ان کے حسین چہرے میں ایسی بھرپور مقناطیسیت پیدا ہوگئی تھی کہ اپنے پرائے سب ان کے گرویدہ تھے۔ ان کی جانب کھنچے چلے آتے تھے۔ اسی نور کی کشش کے باعث قریش مکہ کی تمام دوشیزائیں اپنے دل میں آپ علیہ السلام کی خواہش رکھتی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر کے اس نور کی امین بننا چاہتی تھیں۔ ان میں سے چند نے تو موقع ملنے پر نہایت شائستہ اور مہذب انداز میں حضرت عبداللہ سے اس خواہش کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ انہی خواتین میں

سے ایک کا نام فاطمہ بنت مر بتایا جاتا ہے یہ نہایت باکردار اور کتب سماوی کی عالمہ تھیں تمام قریش کی طرح ان کے علم میں بھی یہ بات تھی کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے بچ جانے کی خوشی میں سو اونٹ قربان کئے ہیں۔ وہ بھی زندگی کے شب وروز میں حضرت عبداللہ کی پیشانی میں چمکتے نور کا مشاہدہ کیا کرتی تھیں اور اپنے دل میں اس نور کو پانے کی خواہش رکھتی تھیں۔ ایک روز انہوں نے حضرت عبداللہ سے اس خواہش کا اظہار بھی کر دیا اور کہا اے عبداللہ! آپ کے والد نے آپ کی زندگی کی خوشی میں جتنے اونٹ قربان کئے تھے میں اتنے ہی اونٹ دینے کو تیار ہوں اگر آپ مجھ سے نکاح کر لیں، حضرت عبداللہ علیہ السلام نے بوجوہ انکار کر دیا۔ جب حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوگئی تو اس عالمہ نے اپنی خواہش کی وضاحت اس طرح کی۔ ”اے عبداللہ میں کوئی بدکردار عورت نہیں ہوں میں آپ کی جانب اس لئے مائل ہوگئی تھی کیونکہ آپ کی پیشانی میں نور نبوت چمکتا تھا“۔

یہ خواہش محض ایک عورت کی نہیں تھی ایسی کئی اور خواتین بھی تھیں انہی میں مکہ کی وہ عورت بھی تھی جو کاہنہ ہونے کے ساتھ ساتھ تورات اور انجیل کی عالمہ بھی تھی۔ جب حضرت عبدالمطلب، حضرت عبداللہ کو لے کر بغرض نکاح قبیلہ بنو زہرہ روانہ ہوئے تو راستے میں اس عورت یعنی فاطمہ شمعیہ سے ملاقات ہوئی۔ فاطمہ نے حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکتے دیکھا تو فوراً سب کچھ بھانپ کر اس نور پر ہزار جان سے فریفتہ ہوگئی اور حضرت عبداللہ کو نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا ابھی تو ہم جا رہے ہیں واپسی پر تجھ سے بات ہوگی۔

اہل کتاب بعض علامتوں اور نشانیوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزماں صل

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود گرامی حضرت عبداللہ کے صلب میں ودیعت ہے۔ وہ ان کے دشمن بن کر ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ اور اطراف وجوانب سے ان کو ہلاک کرنے کے ارادے سے مکہ آنے لگے۔ یہاں انہوں نے عجیب وغریب آثار وقرائن کا مشاہدہ کیا اور وہ خائب و خاسر بے نیل ومرام لوٹ گئے۔۔۔

ایک دن حضرت عبداللہ شکار کے لئے تشریف لے گئے تو اہل کتاب کی ایک بہت بڑی جماعت شام کی جانب سے تلوار سونت کر حضرت عبداللہ کے قتل کے ارادے سے نمودار ہوئی۔ حضور اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے والد حضرت وہب بن مناف (حضور کے نانا) جو کہ قبیلہ بنوزہرہ کے سردار تھے، بھی جنگل میں موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ چند سوار جن کی شکل وصورت اس دنیا کے لوگوں سے مشابہ نہ تھی غیب سے ظاہر ہوئے اور وہ اس حملہ آور گروہ کو حضرت عبداللہ کے آگے سے دور کرنے لگے۔ وہب بن مناف نے گھر آکر اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کی سیدہ آمنہ کا نکاح حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب سے کردوں۔ اور پھر یہ بات اپنے دوستوں کے ذریعہ حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں پہنچائی۔ حضرت عبدالمطلب بھی یہی چاہتے تھے کہ عبداللہ کی شادی ہو جائے۔ اس سلسلہ میں وہ کسی ایسی عورت کی جستجو میں تھے جو شرف حسب ونسب اور عفت میں ممتاز ہو۔ آمنہ بنت وہب میں یہ صفات موجود تھیں۔

وقت گزرتا گیا اور قبیلہ بنوزہرہ کے مرحوم سردار وہب کی بیٹی اور موجودہ سردار وہیب کی بھتیجی بی بی آمنہ کی اعلیٰ ترین سیرت وکردار کے چرچے زبان زد خاص وعام ہو گئے۔ بی بی آمنہ بھی حضرت عبداللہ کی مانند حسین سیرت وحسن صورت کا مکمل اور بے مثل نمونہ تھیں۔ حضرت عبداللہ اپنے والد کے ہمراہ قبیلہ بنوزہرہ پہنچے یہاں حضرت عبدالمطلب

نے اپنے لاڈلے بیٹے کے ساتھ حضرت بی بی آمنہ کے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہیب کو قریش مکہ کے اعلیٰ ترین گھرانے کے اتنے بہترین رشتے سے بھلا کیونکر انکار ہو سکتا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت بی بی آمنہ سے ہو گیا اور یوں دو پاکیزہ روحیں نکاح کے مقدس بندھن میں بندھ گیں۔ حضرت عبداللہ تھوڑا عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد اپنی عفت مآب دلہن کو لے کر واپس مکہ آ گئے۔

انہی دنوں میں حضرت عبداللہ کا گزر ایک بار پھر فاطمہ شمعیہ کے قریب سے ہوتا ہے۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تو نے ہمیں نکاح کا پیغام دیا تھا اس وقت ہم نے تجھے جواب نہیں دیا تھا۔ آج تو اپنی مرضی بتا۔ فاطمہ نے ایک بار پھر آپ کے چہرے کی طرف دیکھا اور افسوس سے جواب دیا۔ اے عبداللہ! اب مجھے آپ سے شادی کی خواہش نہیں رہی کیونکہ جس نور کی تمنا میں، میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی تھی وہ نور تو خوش نصیب آمنہ رضی اللہ عنہا لے گئی اب میں آپ سے شادی کر کے کیا کروں گی؟

ان پاکیزہ ہستیوں کی تزویج 19 جمادی الثانی کو ہاتھیوں والے سال یا اس سے ایک سال قبل ہوئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ہمارے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔ یہ عبد المطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لئے حسن و خوبی کے پیکر، اور جمالِ صورت و کمال سیرت کے آئینہ دار، اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ قبیلۂ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اور ان سے شادی کی

خواست گار تھیں۔ مگر عبدالمطلب ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب ونسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔ عجیب اتفاق کہ ایک دن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے تھے ملک شام کے یہودی چند علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخرالزماں کے والد ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا قتل کر ڈالنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل وکرم سے بچالیا۔ عالم غیب سے چند ایسے سوار نا گہاں نمودار ہوئے جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتے تھے، ان سواروں نے آ کر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچا دیا۔ ''وہب بن مناف'' بھی اس دن جنگل میں تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا، اس لئے ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے انتہا محبت وعقیدت پیدا ہو گئی، اور گھر آ کر یہ عزم کر لیا کہ میں اپنی نورِ نظر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے کروں گا۔ چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے عبدالمطلب تک پہنچا دیا۔ خدا کی شان کہ عبدالمطلب اپنے نورِ نظر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت وہب میں موجود تھیں۔ عبدالمطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہو گیا اور نور محمدی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

منتقل ہو کر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہو گیا اور جب حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھجوریں لینے کے لئے مدینہ بھیجا، یا تجارت کے لئے ملک شام روانہ کیا، وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے ننہال ''بنوعدی بن نجار'' میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وفات پا گئے اور وہیں ''دارِ نابغہ'' میں مدفون ہوئے۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۰۱ و مدارج جلد ۲ ص ۱۴)

قافلہ والوں نے جب مکہ واپس لوٹ کر عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لئے اپنے سب سے بڑے لڑکے ''حارث'' کو مدینہ بھیجا۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہی ملک بقا ہو چکے تھے۔ حارث نے مکہ واپس آ کر جب وفات کی خبر سنائی تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا اور بنو ہاشم کے ہر گھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ خود حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے مرحوم شوہر کا ایسا پُر درد مرثیہ کہا ہے کہ جس کو سن کر آج بھی دل درد سے بھر جاتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر فرشتوں نے غمگین ہو کر بڑی حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ الٰہی! عزوجل تیرا نبی یتیم ہو گیا۔ حضرت حق نے فرمایا: کیا ہوا؟ میں اس کا حامی و حافظ ہوں۔ (مدارجُ النبوۃ ج ۲ ص ۱۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترکہ ایک لونڈی ''اُم ایمن'' جس کا نام ''برکہ'' تھا کچھ اونٹ کچھ بکریاں تھیں، یہ سب ترکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملا۔ ''اُمِ ایمن'' بچپن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرتی تھیں کھلاتیں، کپڑا پہناتیں، پرورش کی پوری ضروریات مہیا کرتیں، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم تمام عمر "اُم ایمن" کی دل جوئی فرماتے رہے اپنے محبوب و متبنیٰ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا، اور ان کے شکم سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ (عامہ کتب سیر)

ایمانِ والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ دونوں مؤمن ہیں یا نہیں؟ بعض علماء ان دونوں کو مؤمن نہیں مانتے اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور فرمایا کہ ان دونوں کو مؤمن یا کافر کہنے سے زبان کو روکنا چاہیے اور اس کا علم خدا عز وجل کے سپرد کر دینا چاہیے، مگر اہل سنت کے علماء محققین مثلاً امام جلال الدین سیوطی و علامہ ابن حجر ہیتمی و امام قرطبی و حافظ الشام ابن ناصر الدین و حافظ شمس الدین دمشقی و قاضی ابو بکر ابن العربی مالکی و شیخ عبد الحق محدث دہلوی و صاحب الاکلیل مولانا عبد الحق مہاجر مدنی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی عقیدہ اور قول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماں باپ دونوں یقیناً بلاشبہ مؤمن ہیں۔ چنانچہ اس بار ے میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مؤمن نہ ماننا یہ علماء متقدمین کا مسلک ہے لیکن علماء متاخرین نے تحقیق کے ساتھ اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب "مؤمن" ہیں اور ان حضرات کے ایمان کو ثابت کرنے میں علماء متاخرین کے تین طریقے ہیں:

اول یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آباء و

اجداد سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، لہٰذا ''مؤمن'' ہوئے۔ دوم یہ کہ یہ تمام حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان نبوت سے پہلے ہی ایسے زمانے میں وفات پا گئے جو زمانہ ''فترت'' کہلاتا ہے اور ان لوگوں تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوتِ ایمان پہنچی ہی نہیں لہٰذا ہرگز ہرگز ان حضرات کو کافر نہیں کہا جا سکتا بلکہ ان لوگوں کو مؤمن ہی کہا جائے گا۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو زندہ فرما کر ان کی قبروں سے اٹھایا اور ان لوگوں نے کلمہ پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ بذات خود ضعیف ہے مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہیں کہ یہ حدیث ''صحیح'' اور ''حسن'' کے درجے کو پہنچ گئی ہے۔

اور یہ وہ علم ہے جو علماء متقدمین پر پوشیدہ رہ گیا جس کو حق تعالیٰ نے علماء متاخرین پر منکشف فرمایا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرما لیتا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں چند رسائل تصنیف کیے ہیں اور اس مسئلہ کو دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج اول ص ۷۱۸)

اسی طرح خاتمۃ المفسرین حضرت شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ

امام قرطبی نے اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں تحریر فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ''حجۃ الوداع'' میں ہم لوگوں کو ساتھ لے کر چلے اور ''حجون'' کی گھاٹی پر گزرے تو رنج و غم میں ڈوبے ہوئے رونے لگے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی اونٹنی سے اتر پڑے اور کچھ دیر کے بعد میرے پاس واپس تشریف لائے تو

خوش خوش مسکراتے ہوئے تشریف لائے۔ میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کیا بات ہے؟ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم رنج وغم میں ڈوبے ہوئے اونٹنی سے اترے اور واپس لوٹے تو شاداں وفرحاں مسکراتے ہوئے تشریف فرما ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گیا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ ان کو زندہ فرمادے تو خداوند تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمادیا اور وہ ایمان لائیں۔

اور ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے کہ ہر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مر گیا ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے، بجز رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے، کیونکہ اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمایا اور یہ دونوں ایمان لائے۔

یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ماں باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں کے پاس روئے اور ایک خشک درخت زمین میں بو دیا، اور فرمایا کہ اگر یہ درخت ہرا ہو گیا تو یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ ان دونوں کا ایمان لانا ممکن ہے۔ چنانچہ وہ درخت ہرا ہو گیا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے وہ دونوں اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اسلام لائے اور پھر اپنی اپنی قبروں میں تشریف لے گئے۔

اور ان دونوں کا زندہ ہونا، اور ایمان لانا، نہ عقلاً محال ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتایا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے بھی چند مردے زندہ ہوئے۔ جب یہ

سب باتیں ثابت ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں بھلا کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ ''میں نے اپنی والدہ کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت طلب کی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی۔'' یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زندہ ہو کر ایمان لانے سے بہت پہلے کی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زندہ ہو کر ایمان لانا یہ ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر ہوا ہے (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے چند ہی ماہ پہلے کا واقعہ ہے) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراتب و درجات ہمیشہ بڑھتے ہی رہے تو ہو سکتا ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ نے یہ شرف نہیں عطا فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسلمان ہوں مگر بعد میں اس فضل و شرف سے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سرفراز فرما دیا کہ آپ کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صاحب ایمان بنا دیا اور قاضی امام ابوبکر ابن العربی مالکی سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء و اجداد جہنم میں ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ملعون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں ملعون کر دے گا۔

حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ کو اپنے نعتیہ اشعار میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

حَبَا اللهُ النَّبِيَّ مَزِيْدَ فَضْلٍ   عَلٰى فَضْلٍ وَّ كَانَ بِهٖ رَءُوْفًا

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فضل بالائے فضل سے بھی بڑھ کر فضیلت عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ ان پر بہت مہربان ہے۔

فَاَحْیَا اُمَّہٗ وَکَذَا اَبَاہُ لِاِیْمَانٍ بِہٖ فَضْلًا لَّطِیْفًا

کیونکہ خداوند تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماں باپ کو حضور پر ایمان لانے کے لئے اپنے فضل لطیف سے زندہ فرمادیا۔

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِہٖ قَدِیْرٌ وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِہٖ ضَعِیْفًا

تو تم اس بات کو مان لو کیونکہ خداوند قدیم اس بات پر قادر ہے اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (انتہی ملتقطاً، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

صاحب الاکلیل حضرت علامہ شیخ عبدالحق مہاجر مدنی قدس سرہ الغنی نے تحریر فرمایا کہ علامہ ابن حجر ہیتمی نے مشکوٰۃ کی شرح میں فرمایا ہے کہ "حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ دونوں ایمان لائے اور پھر وفات پاگئے۔" یہ حدیث صحیح ہے اور جن محدثین نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے ان میں سے امام قرطبی اور شام کے حافظ الحدیث ابن ناصر الدین بھی ہیں اور اس میں طعن کرنا بے محل اور بے جا ہے، کیونکہ کرامات اور خصوصیات کی شان ہی یہ ہے کہ وہ قواعد اور عادات کے خلاف ہوا کرتی ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا موت کے بعد اٹھ کر ایمان لانا، یہ ایمان ان کے لئے نافع ہے حالانکہ دوسروں کے لئے یہ ایمان مفید نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نسبت رسول کی وجہ سے جو کمال حاصل ہے وہ دوسروں کے لئے نہیں ہے اور حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حدیث لیت شعری ما فعل ابوای (کاش! مجھے خبر ہوتی کہ میرے والدین کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا) کے بارے میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''درمنثور'' میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث مرسل اور ضعیف الاسناد ہے۔

(اکلیل علیٰ مدارک التنزیل ج ۲ ص ۱۰)

بہر کیف مندرجہ بالا اقتباسات جو معتبر کتابوں سے لئے گئے ہیں ان کو پڑھ لینے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عقیدت اور ایمانی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تمام آباء و اجداد بلکہ تمام رشتہ داروں کے ساتھ ادب واحترام کا التزام رکھا جائے۔ بجز ان رشتہ داروں کے جن کا کافر اور جہنمی ہونا قرآن وحدیث سے یقینی طور پر ثابت ہے جیسے ''ابولہب'' اور اس کی بیوی ''حمالۃ الحطب'' باقی تمام قرابت والوں کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے کیونکہ جن لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت قرابت حاصل ہے ان کی بے ادبی وگستاخی یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایذا رسانی کا باعث ہوگا اور آپ قرآن کا فرمان پڑھ چکے کہ جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ایذاء دیتے ہیں، وہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں۔

اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک محققانہ رسالہ بھی ہے جس کا نام ''شمول الاسلام لاباء الکرام'' ہے۔ جس میں آپ نے نہایت ہی مفصل و مدلل طور پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و اجداد موحد و مسلم ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

برکات نبوت کا ظہور

جس طرح سورج نکلنے سے پہلے ستاروں کی روپوشی، صبح صادق کی سفیدی، شفق کی سرخی سورج نکلنے کی خوشخبری دینے لگتی ہیں اسی طرح جب آفتاب رسالت کے طلوع کا زمانہ قریب آ گیا تو اطراف عالم میں بہت سے ایسے عجیب عجیب واقعات اور خوارق عادات بطور علامات کے ظاہر ہونے لگے جو ساری کائنات کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یہ بشارت دینے لگے کہ اب رسالت کا آفتاب اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہونے والا ہے۔

فارس آتش کدہ

چنانچہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کا واقعہ، ناگہاں بارانِ رحمت سے سرزمین عرب کا سرسبز وشاداب ہو جانا، اور برسوں کی خشک سالی دفع ہو کر پورے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہو جانا، بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا، فارس کے مجوسیوں کی ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی آگ کا ایک لمحہ میں بجھ جانا، کسریٰ کے محل کا زلزلہ، اور اس کے چودہ کنگوروں کا منہدم ہو جانا، ''ہمدان'' اور ''قم'' کے درمیان چھ میل لمبے چھ میل چوڑے ''بحرۂ ساوہ'' کا یکا یک بالکل خشک ہو جانا، شام اور کوفہ کے درمیان وادی ''سماوہ'' کی خشک ندی کا اچانک جاری ہو جانا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ کے بدن سے ایک ایسے نور کا نکلنا جس سے ''بصریٰ'' کے محل روشن ہو گئے۔ یہ سب واقعات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو حضور علیہ الصلوات والتسلیمات کی تشریف آوری سے پہلے ہی ''مبشرات'' بن کر عالم کائنات کو یہ خوشخبری دینے لگے کہ

ایوان کسرہ

مبارک ہو وہ شہ پردے سے باہر آنے والا ہے

گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے قبل اعلان نبوت جو خلاف عادت اور عقل کو حیرت میں ڈالنے والے واقعات صادر ہوتے ہیں ان کو شریعت کی اصطلاح میں ''ارہاص'' کہتے ہیں اور اعلان نبوت کے بعد انہی کو ''معجزہ'' کہا جاتا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا تمام واقعات ''ارہاص'' ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کرنے سے قبل ظاہر ہوئے جن کو ہم نے ''برکات نبوت'' کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ اس قسم کے واقعات جو ''ارہاص'' کہلاتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند کا ذکر ہو چکا ہے چند دوسرے واقعات بھی پڑھ لیجئے۔

محدث ابونعیم نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا نورِ نبوت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت اقدس سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مقدس میں منتقل ہوا، روئے زمین کے تمام چوپایوں، خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمائی اور انہوں نے بزبانِ فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ عزوجل کا وہ مقدس رسول شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جس کے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے اور جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی۔ اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کے جانوروں نے ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آ گیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۰۸)

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بدلی آئی جس میں روشنی کے ساتھ گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے اُڑنے کی آواز تھی اور کچھ انسانوں کی بولیاں بھی سنائی دیتی تھیں۔ پھر ایک دم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے سامنے سے غیب ہو گئے اور میں نے سنا کہ ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مشرق و مغرب میں گشت کراؤ اور ان کو سمندروں کی بھی سیر کراؤ تا کہ تمام کائنات کو ان کا نام، ان کا حلیہ، ان کی صفت معلوم ہو جائے اور ان کو تمام جاندار مخلوق یعنی جن وانس، ملائکہ اور چرندوں و پرندوں کے سامنے پیش کرو اور انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی صورت، حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحٰق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی طاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کر کے ان کو تمام پیغمبروں کے کمالات اور اخلاق حسنہ سے مزین کر دو۔ اس کے بعد وہ بادل چھٹ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ ریشم کے سبز کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور اس کپڑے سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی منادی اعلان کر رہا ہے کہ واہ وا! کیا خوب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمام دنیا پر قبضہ دے دیا گیا اور کائناتِ عالم کی کوئی چیز باقی نہ رہی جو ان کے قبضۂ اقتدار و غلبۂ

اطاعت میں نہ ہو۔ اب میں نے چہرۂ انور کو دیکھا تو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور بدن سے پاکیزہ مشک کی خوشبو آرہی تھی پھر تین شخص نظر آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت، تیسرے کے ہاتھ میں ایک چمک دار انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی کو سات مرتبہ دھو کر اس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگادی، پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور ایک لمحہ کے بعد مجھے سپرد کر دیا۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۱۳ تا ص ۱۱۵)

ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ مگر قول مشہور یہی ہے کہ واقعہ ''اصحاب فیل'' سے پچپن دن کے بعد ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ولادت باسعادت کی تاریخ ہے۔ اہل مکہ کا بھی اسی پر عملدرآمد ہے کہ وہ لوگ بارہویں ربیع الاول ہی کو کاشانۂ نبوت کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور وہاں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴)

تاریخ عالم میں یہ وہ نرالا اور عظمت والا دن ہے کہ اسی روز عالم ہستی کے ایجاد کا باعث، گردش لیل ونہار کا مطلوب، خلق آدم کا رمز، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، بانی کعبہ کی دعا، ابن مریم کی بشارت کا ظہور ہوا۔ کائناتِ وجود کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنے

والا، تمام جہان کے بگڑے نظاموں کو سدھارنے والا یعنی

مرادیں غریبوں کی بر لانے والا وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ فقیروں کا ماویٰ ، ضعیفوں کا ملجا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مختون پیدا ہوئے

سند الاصفیاء، اشرف الانبیاء، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالمِ وجود میں رونق افروز ہوئے اور پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ کئے ہوئے خوشبو میں بسے ہوئے بحالت سجدہ، مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں اپنے والد ماجد کے مکان کے اندر پیدا ہوئے باپ کہاں تھے جو بلائے جاتے اور اپنے نونہال کو دیکھ کر نہال ہوتے۔ وہ تو پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ دادا بلائے گئے جو اس وقت طوافِ کعبہ میں مشغول تھے۔ یہ خوشخبری سن کر دادا "عبدالمطلب" خوش خوش حرم کعبہ سے اپنے گھر آئے اور والہانہ جوشِ محبت میں اپنے پوتے کو کلیجے سے لگالیا۔ پھر کعبہ میں لے جا کر خیر و برکت کی دعا مانگی اور "محمد" نام رکھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابولہب کی لونڈی "ثویبہ" خوشی میں دوڑتی ہوئی گئی اور "ابولہب" کو بھتیجا پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو اس نے اس خوشی میں شہادت کی انگلی کے اشارہ سے "ثویبہ" کو آزاد کر دیا جس کا ثمرہ ابولہب کو یہ ملا کہ اس کی موت کے بعد اس کے گھر والوں نے اس کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا، تو اس نے اپنی انگلی اٹھا کر یہ کہا کہ تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد مجھے کچھ (کھانے پینے) کو نہیں ملا بجز اس کے کہ "ثویبہ" کو آزاد کرنے کے سبب سے اس انگلی کے ذریعہ کچھ پانی پلا دیا جاتا ہوں۔ (بخاری ج)

اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بہت

ہی فکر انگیز اور بصیرت افروز بات تحریر فرمائی ہے جو اہل محبت کے لئے نہایت ہی لذت بخش ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

اس جگہ میلاد کرنے والوں کے لئے ایک سند ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب ولادت میں خوشی مناتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ابولہب کو جو کافر تھا اور اس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی منانے، اور باندی کا دودھ خرچ کرنے پر جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو کر خوشی مناتا ہے اور اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۹)

مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

جس مقدس مکان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، تاریخ اسلام میں اس مقام کا نام "مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (نبی کی پیدائش کی جگہ) ہے، یہ بہت ہی متبرک مقام ہے۔ سلاطینِ اسلام نے اس مبارک یادگار پر بہت ہی شاندار عمارت بنادی تھی، جہاں اہل حرمین شریفین اور تمام دنیا سے آنے والے مسلمان دن رات محفل میلاد شریف منعقد کرتے اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک مرتبہ اس محفل میلاد شریف میں حاضر ہوا، جو مکہ مکرمہ میں بارہویں ربیع الاول کو "مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" میں منعقد ہوئی تھی جس وقت ولادت کا ذکر پڑھا جارہا تھا تو میں نے دیکھا کہ یکبارگی اس مجلس سے کچھ انوار بلند ہوئے، میں نے ان انوار پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ رحمتِ الٰہی اور ان فرشتوں کے انوار تھے جو ایسی محفلوں میں حاضر

ہوا کرتے ہیں۔(فیوض الحرمین)

دودھ پینے کا زمانہ

سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابولہب کی لونڈی "حضرت ثویبہ" کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے، پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں اور اپنے قبیلہ میں رکھ کر آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور انہیں کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۸)

شرفاء عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے گردونواح دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے دیہات کی صاف ستھری آب وہوا میں بچوں کی تندرستی اور جسمانی صحت بھی اچھی ہو جاتی تھی اور وہ خالص اور فصیح عربی زبان بھی سیکھ جاتے تھے کیونکہ شہر کی زبان باہر کے آدمیوں کے میل جول سے خالص اور فصیح وبلیغ زبان نہیں رہا کرتی۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں "بنی سعد" کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال عرب میں بہت سخت کال پڑا ہوا تھا، میری گود میں ایک بچہ تھا، مگر فقر وفاقہ کی وجہ سے میری چھاتیوں میں اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے۔ رات بھر وہ بچہ بھوک سے تڑپتا اور روتا بلبلاتا رہتا تھا اور ہم اس کی دلجوئی اور دلداری کے لئے تمام رات بیٹھ کر گزارتے تھے۔ ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی۔ مگر اس کے بھی دودھ نہ تھا۔ مکہ مکرمہ کے سفر میں جس خچر پر میں سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ قافلہ والوں کے ساتھ نہ چل سکتا تھا میرے ہمراہی بھی اس سے تنگ آ چکے تھے۔ بڑی بڑی مشکلوں سے یہ سفر طے ہوا جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو جو عورت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتی اور یہ سنتی کہ یہ یتیم ہیں تو کوئی عورت آپ کو لینے کے لئے تیار نہیں ہوتی تھی، کیونکہ بچے کے یتیم ہونے کے سبب سے زیادہ انعام واکرام ملنے کی امید نہیں تھی۔ ادھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قسمت کا ستارہ ثریا سے زیادہ بلند اور چاند سے زیادہ روشن تھا، ان کے دودھ کی کمی ان کے لئے رحمت کی زیادتی کا باعث بن گئی، کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارا نہ کیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر "حارث بن عبدالعزیٰ" سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی ہاتھ واپس جاؤں اس سے تو بہتر یہی ہے کہ میں اس یتیم ہی کو لے چلوں، شوہر نے اس کو منظور کر لیا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس دریتیم کو لے کر آئیں جس سے صرف حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے گھر میں نہیں بلکہ کائناتِ عالم کے مشرق ومغرب میں اجالا ہونے والا تھا۔ یہ خداوند قدوس کا فضل عظیم ہی تھا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سوئی ہوئی قسمت بیدار ہوگئی اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آغوش میں آ گئے۔ اپنے خیمہ میں لا کر جب دودھ پلانے بیٹھیں تو باران رحمت کی طرح برکاتِ نبوت کا ظہور شروع ہو گیا، خدا کی شان دیکھیے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مبارک پستان میں اس قدر دودھ اترا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اور ان کے رضاعی بھائی نے بھی خوب شکم سیر ہو کر دودھ پیا، اور دونوں آرام سے سو گئے، ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نے اس کا دودھ دوہا۔ اور میاں بیوی دونوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور دونوں شکم سیر ہو کر رات بھر سکھ اور چین کی نیند سوئے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ برکتیں دیکھ کر حیران رہ گیا، اور کہنے لگا کہ حلیمہ! تم بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ واقعی مجھے بھی یہی امید ہے کہ یہ نہایت ہی بابرکت بچہ ہے اور خدا کی رحمت بن کر ہم کو ملا ہے اور مجھے یہی توقع ہے کہ اب ہمارا گھر خیر و برکت سے بھر جائے گا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لے کر مکہ مکرمہ سے اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تو میرا وہی خچر اب اس قدر تیز چلنے لگا کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی تھی، قافلہ کی عورتیں حیران ہو کر مجھ سے کہنے لگیں کہ اے حلیمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا یہ وہی خچر ہے جس پر تم سوار ہو کر آئی تھیں یا کوئی دوسرا تیز رفتار خچر تم نے خرید لیا ہے؟ الغرض ہم اپنے گھر پہنچے وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا تمام جانوروں کے تھن میں دودھ خشک ہو چکے تھے، لیکن میرے گھر میں قدم رکھتے ہی میری بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے، اب روزانہ میری بکریاں جب چراگاہ سے گھر واپس آتیں تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے حالانکہ پوری بستی میں اور کسی کو اپنے جانوروں کا ایک قطرہ دودھ نہیں ملتا تھا میرے قبیلہ والوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم لوگ بھی اپنے جانوروں کو اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جانور چرتے ہیں۔ چنانچہ سب لوگ اسی چراگاہ میں اپنے مویشی چرانے لگے جہاں میری بکریاں چرتی تھیں، مگر یہاں تو چراگاہ اور جنگل کا کوئی عمل دخل ہی نہیں تھا یہ تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے برکات نبوت کا فیض تھا جس کو میں اور میرے شوہر کے سوا میری قوم کا کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا تھا۔

الغرض اسی طرح ہر دم ہر قدم پر ہم برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکتوں کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تندرستی اور نشوونما کا حال دوسرے بچوں سے اتنا اچھا تھا کہ دو سال میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب اچھے بڑے معلوم ہونے لگے، اب ہم دستور کے مطابق رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی والدہ کے پاس لائے اور انہوں نے حسب توفیق ہم کو انعام واکرام سے نوازا۔

گو قاعدہ کے مطابق اب ہمیں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں تھا، مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکات نبوت کی وجہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی ہم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جدائی گوارا نہیں تھی۔ عجیب اتفاق کہ اس سال مکہ معظمہ میں وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی چنانچہ ہم نے اس وبائی بیماری کا بہانہ کر کے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رضامند کر لیا اور پھر ہم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واپس اپنے گھر لائے اور پھر ہمارا مکان رحمتوں اور برکتوں کی کان بن گیا اور آپ ہمارے پاس نہایت خوش وخرم ہو کر رہنے لگے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کچھ بڑے ہوئے تو گھر سے باہر نکلتے اور دوسرے لڑکوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود ہمیشہ ہر قسم کے کھیل کود سے علیٰحدہ رہتے۔ ایک روز مجھ سے کہنے لگے کہ اماں جان! میرے دوسرے بھائی بہن دن بھر نظر نہیں آتے یہ لوگ ہمیشہ صبح کو اٹھ کر روزانہ کہاں چلے جاتے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ لوگ بکریاں چرانے چلے جاتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: مادر مہربان! آپ مجھے بھی میرے بھائی بہنوں کے ساتھ بھیجا کیجیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصرار سے مجبور ہو کر آپ کو حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بچوں کے ساتھ چراگاہ

جانے کی اجازت دے دی۔ اور آپ روزانہ جہاں حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکریاں چرتی تھیں تشریف لے جاتے رہے اور بکریاں چراگاہوں میں لے جا کر ان کی دیکھ بھال کرنا جو تمام انبیاء اور رسولوں علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے آپ نے اپنے عمل سے بچپن ہی میں اپنی ایک خصلت نبوت کا اظہار فرمادیا۔

آج اس پرفتن اور پرآشوب دور میں نہ جانے لوگوں نے کیسے کیسے مسئلے اور عقیدے گڑھنے شروع کر دیئے ہیں، جس کا تعلق درحقیقت کسی دور سے نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ جسم پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا سایہ نہ ہونے کے متعلق عہد صحابہ کرام سے لیکر آخر تک مضبوط، مربوط اور مسلسل شہادتیں موجود ہیں جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے اسلاف کرام کے عقائد اس سلسلے میں کیا تھے۔ لہٰذا ہم سب کو بھی چاہیئے کہ ذہن وفکر کی اس جدید پیداوار کی طرف نہ جائیں اور اپنے اسلاف کی اصابت روائے پر ہی عمل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اسی میں بھلائی اور ہماری، آپ سب کی کامیابی ہے۔

اب آیئے ہم نمونے کے طور پر چند احادیث اس دعوے کے ثبوت کے لئے کہ سرکار کے جسم پاک کا سایہ نہ ہونے کا عقیدہ محض بے بنیاد نہیں ہے بلکہ اس کی جڑیں روایات واحادیث کی تہہ میں موجود ہیں، جن پر شروع سے صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین کا عمل رہا ہے۔ (حدیث 1) حضرت سیدنا عبداللہ ابن مبارک اور حافظ جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل ولم لقم مع شمس الا غلب ضوءہ ضوءھا ولا مع السراج الا غلب ضوءہ ضوءہ۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کا سایہ نہیں تھا نہ سورج کی دھوپ میں نہ چراغ کی روشنی میں، سرکار کا نور سورج اور چراغ کے نور پر غالب رہتا تھا۔

(الخصائص الکبریٰ، زرقانی علی المواہب)

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

عن ذکوان ان رسول اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاندنی میں۔ (المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ)

امام نسفی تفسیر مدارک شریف میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

قال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اوقطع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذالک الظل۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ خدا عزوجل نے آپ کا سایہ زمین پر پڑنے نہیں دیا تاکہ اس پر کسی انسان کا قدم نہ پڑ جائے۔ (مدارک)

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائص کبریٰ شریف میں ابن سبع سے یہ روایت نقل فرمائی:

قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض لانہ کان نورا اذا مشی فی الشمس اولقمر لا ینظرلہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعائہ فاجعلنی نورا

ابن سبع نے کہا کہ یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ سرکار کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ وہ نور تھے، آفتاب و ماہتاب کی روشنی میں جب چلتے تھے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ اس واقعہ پر حضور کی وہ حدیث شاہد ہے جس میں حضور کی یہ دعاء منقول ہے کہ پروردگار مجھے نور بنادے۔ (خصائص کبریٰ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"لم یقع ظلہ علی الارض ولا یری لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا قال رزین فغلبہ انوارہ۔"

حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور نہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی میں سایہ نظر آتا تھا، ابن سبع اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نور تھے، رزین نے کہا کہ حضور کا نور سب پر غالب تھا۔ (النموذج اللبیب)

وقت کے جلیل القدر امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"وما ذکر من انہ لا ظل لشخصہ فی شمس ولا فی قمر لانہ کان نورا وان الذباب کان لا یقع علی جسدہ ولا ثیابہ۔"

یہ جو ذکر کیا گیا ہے کہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے جسم مبارک کا سایہ نہیں پڑتا تھا تو اس کی وجہ یہ ہے حضور نور تھے۔

(شفا شریف لقاضی عیاض)

امام علامہ احمد قسطلانی ارشاد فرماتے ہیں:

"قال لم یکن لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر رواہ الترمذی عن

ابن ذکوان وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمرله ظل۔"

سرکاردوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہ آفتاب کی روشنی میں پڑتا تھا نہ ماہتاب کی چاندی میں، ابن سبع اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نور تھے، اسی لئے چاندنی اور دھوپ میں چلتے تھے تو جسم پاک کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔(مواہب اللدنیہ)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ومما یوید انه صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم صار نورا انه اذا مشی فی الشمس او القمر لا یظهر له ظل لانه لا یظهر الا لکشیف وهو صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم قد خلصه اللہ تعالٰی من سائر الکشافات الجسمانیه وصیره نورا صرفا لا یظهر له ظل اصلا۔"

اس بات کی تائید میں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سراپا نور تھے اسی واقعہ کا اظہار کافی ہے کہ حضور پاک کے جسم مبارک کا سایہ نہ دھوپ میں پڑتا تھا، نہ چاندنی میں، اس لئے کہ سایہ کثیف چیز کا ہوتا ہے، اور خدائے پاک نے حضور کو تمام جسمانی کثافتوں سے پاک کرکے انھیں "نورمحض" بنادیا تھا اس لئے ان کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔(افضل القریٰ صفح)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: نبود مرآں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم را سایہ نہ درآفتاب ونہ درقمر۔ حضور پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ آفتاب کی روشنی میں پڑتا تھا نہ ماہتاب کی چاندنی میں۔ (مدراج النبوۃ)

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:"حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سایہ نبود در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف تر از دے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد۔" حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم شہادت میں ہر چیز سے اس کا سایہ لطیف ہوتا ہے، اور سرکار کی شان یہ ہے کہ کائنات میں ان سے زیادہ کوئی لطیف چیز ہے ہی نہیں، پھر حضور کا سایہ کیونکر پڑتا۔ (مکتوبات امام ربانی)

امام راغب اصفہانی (م 450) ارشاد فرماتے ہیں:

"روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کان اذا مشی لم یکن لہ ظل۔"

مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ (المعروف الراغب)

امام العارفین مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں:

چوں فناش از فقر پیرایہ شود　　　　او محمد وار بے سایہ شود

جب فقر کی منزل میں درویش فنا کا لباس پہن لیتا ہے، تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اس کا بھی سایہ زائل ہو جاتا ہے۔ (مثنوی معنوی دفتر پنجم)

امام المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "از خصوصیاتے کہ آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم را در بدن مبارکش دادہ بودن کہ سایہ ایشاں برزمیں نہ می افتاد۔" جو خصوصیتیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک میں عطا کی گئی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا

شق صدر

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چراگاہ میں تھے کہ ایک دم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے ایک فرزند "ضمرہ" دوڑتے اور ہانپتے کانپتے ہوئے اپنے گھر پر آئے اور اپنی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اماں جان! بڑا غضب ہوگیا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تین آدمیوں نے جو بہت ہی سفید لباس پہنے ہوئے تھے، چت لٹا کر ان کا شکم پھاڑ ڈالا ہے اور میں اسی حال میں ان کو چھوڑ کر بھاگا ہوا آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر دونوں بدحواس ہو کر گھبرائے ہوئے دوڑ کر جنگل میں پہنچے تو یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر خوف وہراس سے چہرہ زرد اور اداس ہے، حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں پیار سے چمکار کر پوچھا کہ بیٹا! کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص جن کے کپڑے بہت ہی سفید اور صاف ستھرے تھے میرے پاس آئے اور مجھ کو چت لٹا کر میرا شکم چاک کر کے اس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور پھر کوئی چیز میرے شکم میں ڈال کر شگاف کو سی دیا لیکن مجھے ذرہ برابر بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱)

یہ واقعہ سن کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے شوہر دونوں بے حد گھبرائے اور شوہر نے کہا کہ حلیمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھے ڈر ہے کہ ان کے اوپر شاید کچھ آسیب کا اثر ہے لہٰذا بہت جلد تم ان کو ان کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آؤ۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں کیونکہ انہیں اس واقعہ سے یہ خوف پیدا ہوگیا تھا کہ شاید اب ہم کما حقہ ان کی حفاظت نہ کرسکیں گے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب مکہ معظمہ پہنچ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ حلیمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم تو بڑی

خواہش اور چاہ کے ساتھ میرے بچے کو اپنے گھر لے گئی تھیں پھر اس قدر جلد واپس لے آنے کی وجہ کیا ہے؟ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شکم چاک کرنے کا واقعہ بیان کیا اور آسیب کا شبہ ظاہر کیا تو حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، خدا کی قسم! میرے نور نظر پر ہرگز ہرگز کبھی بھی کسی جن یا شیطان کا عمل دخل نہیں ہوسکتا۔ میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔ پھر ایام حمل اور وقت ولادت کے حیرت انگیز واقعات سنا کر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مطمئن کر دیا اور حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر کے اپنے گاؤں میں واپس چلی آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واالہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی آغوشِ تربیت میں پرورش پانے لگے۔

شق صدر کتنی بار ہوا؟

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورۂ "الم نشرح" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور و حکمت کا خزینہ بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے جس کا ذکر ہو چکا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پرآشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔ تیسری بار غارِ حرا میں شق صدر ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو

برداشت کر سکیں ۔ چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا، تا کہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی عزوجل کی تجلیوں، اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔

ام ایمن

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور اپنی والدہ محترمہ کے پاس رہنے لگے تو حضرت "امِ ایمن" جو آپکے والد ماجد کی باندی تھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خاطر داری اور خدمت گزاری میں دن رات جی جان سے مصروف رہنے لگیں۔ امِ ایمن کا نام "برکۃ" ہے یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو آپ کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میراث میں ملی تھیں۔ یہی آپ کو کھانا کھلاتی تھیں کپڑے پہناتی تھیں آپ کے کپڑے دھویا کرتی تھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا تھا جن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچپن کی ادائیں

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا گہوارہ یعنی جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا تھا اور آپ بچپن میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے تو چاند آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی انگلی کے اشاروں پر حرکت کرتا تھا۔ جب آپ کی زبان کھلی تو سب سے اول جو کلام آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ

یہ تھا اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ رب العالمین وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا بچوں کی عادت کے مطابق کبھی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کپڑوں میں بول و براز نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ ایک معین وقت پر رفع حاجت فرماتے۔ اگر کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شرم گاہ کھل جاتی تو آپ رو رو کر فریاد کرتے۔ اور جب تک شرم گاہ نہ چھپ جاتی آپ کو چین اور قرار نہیں آتا تھا اور اگر شرم گاہ چھپانے میں مجھ سے کچھ تاخیر ہو جاتی تو غیب سے کوئی آپ کی شرم گاہ چھپا دیتا۔ جب آپ اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہوئے تو باہر نکل کر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہیں ہوتے تھے لڑکے آپ کو کھیلنے کے لئے بلاتے تو آپ فرماتے کہ میں کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف جب چھ برس کی ہوگئی تو آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کے دادا کے ننھیال بنو عدی بن نجار میں رشتہ داروں کی ملاقات یا اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد کی باندی امِ ایمن بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں وہاں سے واپسی پر "ابواء" نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی اور وہ وہیں مدفون ہوئیں۔ والد ماجد کا سایہ تو ولادت سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا اب والدہ ماجدہ کی آغوش شفقت کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ لیکن حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ درِ یتیم جس آغوشِ رحمت میں پرورش پا کر پروان چڑھنے والا ہے وہ ان سب ظاہری اسباب تربیت سے بے نیاز ہے۔

وادی ابواء

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت امِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مکہ مکرمہ لائیں اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کیا اور دادا نے آپ کو اپنی آغوش تربیت میں انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ پرورش کیا اور حضرت امِ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس کی ہوگئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا۔

جناب ابوطالب کی کفالت میں

عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیک خصلتوں اور دل لبھا دینے والی بچپن کی پیاری پیاری اداؤں نے ابوطالب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ مکان کے اندر اور باہر ہر وقت آپ کو اپنے ساتھ ہی رکھتے۔ اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے، اپنے پاس ہی آپ کا بستر بچھاتے اور ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔

ابوطالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی وقت بھی کوئی جھوٹ بولے ہوں یا کبھی کسی کو دھوکہ دیا ہو، یا کبھی کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو، یا بیہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے کے لئے گئے ہوں یا کبھی کوئی خلافِ تہذیب بات کی ہو۔ ہمیشہ انتہائی خوش اخلاق، نیک اطوار، نرم گفتار، بلند کردار اور اعلیٰ درجہ کے پارسا اور پرہیزگار رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسلیہ سے کی دُعا سے بارش

ایک مرتبہ ملکِ عرب میں انتہائی خوفناک قحط پڑ گیا۔ اہلِ مکہ نے بتوں سے فریاد کرنے کا ارادہ کیا مگر ایک حسین وجمیل بوڑھے نے مکہ والوں سے کہا کہ اے اہلِ مکہ! ہمارے اندر ابو طالب موجود ہیں جو بانی کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ ہمیں ان کے پاس چل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔ چنانچہ سردارانِ عرب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کرنے لگے کہ اے ابو طالب! قحط کی آگ نے سارے عرب کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ جانور گھاس پانی کے لئے ترس رہے ہیں اور انسان دانہ پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ قافلوں کی آمد ورفت بند ہو چکی ہے اور ہر طرف بربادی و ویرانی کا دور دورہ ہے۔ آپ بارش کے لئے دعا کیجیے۔ اہلِ عرب کی فریاد سن کر ابو طالب کا دل بھر آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ میں گئے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مشغول ہو گئے۔ درمیان دعا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا ایک دم چاروں طرف سے بدلیاں نمودار ہوئیں اور فوراً ہی اس زور کا بارانِ رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہو گئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ چٹیل میدانوں کی زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ قحط دفع ہو گیا اور کال کٹ گیا اور سارا عرب خوش حال اور نہال ہو گیا۔

چنانچہ ابو طالب نے اپنے اس طویل قصیدہ میں جس کو انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں نظم کیا ہے اس واقعہ کو ایک شعر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

یعنی وہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعہ بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

(زرقانی علی المواہب ج ا ص ۱۹۰)

اُمّی لقب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب "اُمّی" ہے اس لفظ کے دو معنی ہیں یا تو یہ "اُم القریٰ" کی طرف نسبت ہے۔ "اُم القریٰ" مکہ مکرمہ کا لقب ہے۔ لہٰذا "اُمی" کے معنی مکہ مکرمہ کے رہنے والے یا "اُمّی" کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے دنیا میں کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خداوند قدوس نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین و آخرین کے علوم و معارف کا خزینہ بن گیا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" (ہر ہر چیز کا روشن بیان) ہے حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

نگار من کہ بہ مکتب نرفت وخط ننوشت ۔۔۔ بغمزہ سبق آموز صد مدرس شد

یعنی میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کبھی مکتب میں گئے، نہ لکھنا سیکھا مگر اپنے چشم و ابرو کے اشارہ سے سیکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا۔

ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاق عالم جل جلالہ ہو بھلا اس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہو گی؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ

ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو ۔۔۔ کیا کفایت اس کو اقرء ربک الاکرم نہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے امی لقب ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس کو تو خداوند علام الغیوب کے سوا اور کون بتا سکتا ہے؟ لیکن بظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہیں۔

اوّل۔ یہ کہ تمام دنیا کو علم وحکمت سکھانے والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا استاد صرف خداوند عالم ہی ہو، کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہوتا کہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھایا ہوا شاگرد ہے۔

دوم۔ یہ کہ کوئی شخص کبھی یہ خیال نہ کر سکے کہ فلاں آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استاد تھا تو شاید وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہوگا۔

سوم۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چونکہ پڑھے لکھے آدمی تھے اس لیے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے اور قرآن انہیں کا بنایا ہوا کلام ہے۔

چہارم۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ساری دنیا کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر اس قسم کی انمول اور انقلاب آفریں تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

پنجم۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کوئی استاد ہوتا تو آپ کو اس کی تعظیم کرنی پڑتی، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خالق کائنات نے اس لیے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعظیم کرے، اس لیے حضرت حق جل شانہ نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرے اور کوئی اس کا استاد ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

سفرِ شام اور بحیرا ی راہب

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اس وقت ابو طالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ ابو طالب کو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لیے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل تین بار تجارتی سفر فرمایا۔ دو مرتبہ ملک شام گئے اور ایک بار یمن تشریف لے گئے، یہ ملک شام کا پہلا سفر ہے اس سفر کے دوران "بُصریٰ" میں "بُحیریٰ" راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام ہوا۔ اس نے توراۃ وانجیل میں بیان کی ہوئی نبی آخر الزماں کی نشانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ اس نے آپ کے قافلہ والوں کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں، جن کو خدا عزوجل نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر و حجر ان کو سجدہ کرتے ہیں اور ابر ان پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اس لئے تمہارے اور ان کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ اب تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤ اور اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکہ چلے جاؤ۔ کیونکہ ملک شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ بحیرا ی راہب کے کہنے پر ابو طالب کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ انہوں نے وہیں اپنی تجارت کا مال فروخت کر دیا اور بہت جلد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ بُحیریٰ راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ کو سفر کا کچھ توشہ بھی دیا۔ (ترمذی)

جنگِ فجار

اسلام سے پہلے عربوں میں لڑائیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری تھا۔انہی لڑائیوں میں سے ایک مشہور لڑائی "جنگ فجار" کے نام سے مشہور ہے۔عرب کے لوگ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ان چار مہینوں کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان مہینوں میں لڑائی کرنے کو گناہ جانتے تھے۔یہاں تک کہ عام طور پر ان مہینوں میں لوگ تلواروں کو نیام میں رکھ دیتے۔اور نیزوں کی برچھیاں اتار لیتے تھے۔مگر اس کے باوجود کبھی کبھی کچھ ایسے ہنگامی حالات درپیش ہو گئے کہ مجبوراً ان مہینوں میں بھی لڑائیاں کرنی پڑیں۔تو ان لڑائیوں کو اہل عرب "حروب فجار" (گناہ کی لڑائیاں) کہتے تھے۔سب سے آخری جنگ فجار جو "قریش" اور "قیس" کے قبیلوں کے درمیان ہوئی اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس برس کی تھی۔ چونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے، اس لئے ابو طالب وغیرہ اپنے چچاوں کے ساتھ آپ نے بھی اس جنگ میں شرکت فرمائی۔مگر کسی پر ہتھیار نہیں اٹھایا۔صرف اتنا ہی کیا کہ اپنے چچاوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے رہے۔اس لڑائی میں پہلے قیس پھر قریش غالب آئے اور آخر کار صلح پر اس لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۸۶)

حلف الفضول

روز روز کی لڑائیوں سے عرب کے سیکڑوں گھرانے برباد ہو گئے تھے۔ ہر طرف بدامنی اور آئے دن کی لوٹ مار سے ملک کا امن وامان غارت ہو چکا تھا۔کوئی شخص اپنی جان و مال کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔نہ دن کو چین، نہ رات کو آرام، اس وحشت ناک صورتِ حال سے تنگ آ کر کچھ صلح پسند لوگوں نے جنگ فجار کے خاتمہ کے بعد ایک اصلاحی تحریک چلائی۔

چنانچہ بنو ہاشم، بنو زہرہ، بنو اسد وغیرہ قبائل قریش کے بڑے بڑے سردار ان عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ حالات کو سدھارنے کے لئے کوئی معاہدہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ خاندان قریش کے سرداروں نے "بقائے باہم" کے اصول پر "جیو اور جینے دو" کے قسم کا ایک معاہدہ کیا اور حلف اٹھا کر عہد کیا کہ ہم لوگ:

(۱) مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

(۲) ملک سے بے امنی دور کریں گے۔

(۳) مظلوم کی حمایت کریں گے۔

(۴) غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

(۵) کسی ظالم یا غاصب کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

اس معاہدہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور آپ کو یہ معاہدہ اس قدر عزیز تھا کہ اعلانِ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس معاہدہ کے بدلے میں کوئی مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہیں ہوتی۔ اور آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم "یا آل حلف الفضول" کہہ کر مجھے مدد کے لئے پکارے تو میں اس کی مدد کے لئے تیار ہوں۔

اس تاریخی معاہدہ کو "حلف الفضول" اس لئے کہتے ہیں کہ قریش کے اس معاہدہ سے بہت پہلے مکہ میں قبیلہ "جرہم" کے سرداروں کے درمیان بھی بالکل ایسا ہی ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اور چونکہ قبیلۂ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے ان سب لوگوں کا نام "فضل" تھا یعنی فضل بن حارث اور فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ اس لئے اس معاہدہ کا

نام "حلف الفضول" رکھ دیا گیا، یعنی ان چند آدمیوں کا معاہدہ جن کے نام "فضل" تھے۔

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۴)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ملک شام کا دوسرا سفر

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تقریباً پچیس سال کی ہوئی تو آپ کی امانت وصداقت کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ کی ایک بہت ہی مالدار عورت تھیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کو ضرورت تھی کہ کوئی امانت دار آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ اپنی تجارت کا مال وسامان ملک شام بھیجیں۔ چنانچہ ان کی نظر انتخاب نے اس کام کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منتخب کیا اور کہلا بھیجا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا مال تجارت لے کر ملک شام جائیں جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت داری کی بنا پر میں آپ کو اس کا دوگنا دوں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمالی اور تجارت کا مال وسامان لے کر ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ایک معتمد غلام "میسرہ" کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ کر دیا تا کہ وہ آپ کی خدمت کرتا رہے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملک شام کے مشہور شہر "بصریٰ" کے بازار میں پہنچے تو وہاں "نسطورا" راہب کی خانقاہ کے قریب میں ٹھہرے۔ "نسطورا" میسرہ کو بہت پہلے سے جانتا پہچانتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت دیکھتے ہی "نسطورا" میسرہ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ اے میسرہ! یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے اتر پڑے ہیں۔ میسرہ نے جواب دیا کہ یہ مکہ کے رہنے والے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں ان کا نام نامی "محمد" اور لقب "امین" ہے۔ نسطورا

نے کہا کہ سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے آج تک کبھی کوئی نہیں اترا۔ اس لئے مجھے یقین کامل ہے کہ "نبی آخر الزماں" یہی ہیں۔ کیونکہ آخری نبی کی تمام نشانیاں جو میں نے توریت وانجیل میں پڑھی ہیں وہ سب میں ان میں دیکھ رہا ہوں۔ کاش! میں اس وقت زندہ رہتا جب یہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے تو میں ان کی بھرپور مدد کرتا اور پوری جاں نثاری کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں اپنی تمام عمر گزار دیتا۔ اے میسرہ! میں تم کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ خبردار! ایک لمحہ کے لئے بھی تم ان سے جدا نہ ہونا اور انتہائی خلوص و عقیدت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو "خاتم النبیین" ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصریٰ کے بازار میں بہت جلد تجارت کا مال فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ واپسی میں جب آپ کا قافلہ شہر مکہ میں داخل ہونے لگا تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالاخانے پر بیٹھی ہوئی قافلہ کی آمد کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ جب ان کی نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑی تو انہیں ایسا نظر آیا کہ دو فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر پر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قلب پر اس نورانی منظر کا ایک خاص اثر ہوا اور وہ فرط عقیدت سے انتہائی والہانہ محبت کے ساتھ یہ حسین جلوہ دیکھتی رہیں۔ پھر اپنے غلام میسرہ سے انہوں نے کئی دن کے بعد اس کا ذکر کیا تو میسرہ نے بتایا کہ میں تو پورے سفر میں یہی منظر دیکھتا رہا ہوں۔ اور اس کے علاوہ میں نے بہت سی عجیب وغریب باتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ پھر میسرہ نے نسطورا راہب کی گفتگو اور اسکی عقیدت ومحبت کا تذکرہ بھی کیا۔ یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ سے بے پناہ قلبی تعلق، اور بے حد عقیدت ومحبت ہوگئی اور

یہاں تک ان کا دل جھک گیا کہ انہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت ہوگئی۔
(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۷)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مال و دولت کے ساتھ انتہائی شریف اور عفت مآب خاتون تھیں۔ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی وجہ سے ان کو طاہرہ (پاکباز) کہا کرتے تھے۔ ان کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی پہلے ان کا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا تھا اور ان سے دو لڑکے "ہند بن ابو ہالہ" اور "ہالہ بن ابو ہالہ" پیدا ہو چکے تھے۔ پھر ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دوسرا نکاح "عتیق بن عابد مخزومی" سے کیا۔ ان سے بھی دو اولاد ہوئی، ایک لڑکا "عبداللہ بن عتیق" اور ایک لڑکی "ہند بنت عتیق"۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوسرے شوہر "عتیق" کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ بڑے بڑے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد نکاح کے خواہش مند تھے لیکن انہوں نے سب پیغاموں کو ٹھکرا دیا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ اخلاق و عادات کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حیرت انگیز حالات کو سن کر یہاں تک ان کا دل آپ کی طرف مائل ہو گیا کہ خود بخود ان کے قلب میں آپ سے نکاح کی رغبت پیدا ہوگئی۔ کہاں تو بڑے بڑے مالداروں اور شہر مکہ کے سرداروں کے پیغاموں کو رد کر چکی تھیں اور یہ طے کر چکی تھیں کہ اب چالیس برس کی عمر میں تیسرا نکاح نہیں کروں گی اور کہاں خود ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا جو ان کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھیں۔ ان سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ ذاتی حالات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں پھر "نفیسہ" بنت امیہ کے ذریعہ خود ہی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ مشہور امام سیرت محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اس رشتہ کو پسند کرنے کی جو وجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کی ہے وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے:

"اِنِّیْ قَدْ رَغِبْتُ فِیْکَ لِحُسْنِ خُلُقِکَ وَ صِدْقِ حَدِیْثِکَ"

یعنی میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچائی کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ا ص ۲۰۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابو طالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا۔ بھلا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پاک دامن، شریف، عقلمند اور مالدار عورت سے شادی کرنے کو کون نہ کہتا؟ سارے خاندان والوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اس رشتہ کو منظور کر لیا۔ اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو طالب وغیرہ اپنے چچاؤں اور خاندان کے دوسرے افراد اور شرفاء بنی ہاشم و سرداران مضر کو اپنی برات میں لے کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور نکاح ہوا۔ اس نکاح کے وقت ابو طالب نے نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ سے بہت اچھی طرح اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے خاندانی بڑے بوڑھوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے اخلاق و عادات نے ان لوگوں پر کیسا اثر ڈالا تھا۔ ابو طالب کے اس خطبہ کا ترجمہ یہ ہے:

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور ہم کو معد اور مضر کے خاندان میں

پیدا فرمایا اور اپنے گھر (کعبہ) کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا اور ہم کو علم و حکمت والا گھر اور امن والا حرم عطا فرمایا اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔

یہ میرے بھائی کا فرزند محمد بن عبداللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے جس شخص کا بھی اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے یہ اس سے ہر شان میں بڑھا ہوا ہی رہے گا۔ ہاں مال اس کے پاس کم ہے لیکن مال تو ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔ اما بعد! میرا بھتیجا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ شخص ہے جس کے ساتھ میری قرابت اور قربت و محبت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے اور اس کا مستقبل بہت ہی تابناک، عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۰۱)

جب ابو طالب اپنا یہ ولولہ انگیز خطبہ ختم کر چکے تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی کھڑے ہو کر ایک شاندار خطبہ پڑھا۔ جس کا مضمون یہ ہے:

خدا ہی کے لئے حمد ہے جس نے ہم کو ایسا ہی بنایا جیسا کہ اے ابو طالب! آپ نے ذکر کیا اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ بلاشبہ ہم لوگ عرب کے پیشوا اور سردار ہیں اور آپ لوگ بھی تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی قبیلہ آپ لوگوں کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتا اور کوئی شخص آپ لوگوں کے فخر و شرف کو رد نہیں کر سکتا اور بے شک ہم لوگوں نے نہایت ہی رغبت کے ساتھ آپ لوگوں کے ساتھ ملنے اور رشتہ میں شامل ہونے کو پسند کیا۔ لہٰذا اے قریش! تم گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میں نے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زوجیت میں دیا چار

سو مثقال مہر کے بدلے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان

الغرض حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نکاح ہو گیا اور حضور محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خانہ معیشت ازدواجی زندگی کے ساتھ آباد ہو گیا۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقریباً ۲۵ برس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہیں اور ان کی زندگی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا باقی آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ جن کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ساری دولت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان کر دی اور اپنی تمام عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غمگساری اور خدمت میں نثار کر دی۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راست بازی اور امانت و دیانت کی بدولت خداوند عالم عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس قدر مقبولِ خلائق بنا دیا اور عقلِ سلیم اور بے مثال دانائی کا ایسا عظیم جوہر عطا فرما دیا کہ کم عمری میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے بڑے بڑے سرداروں کے جھگڑوں کا ایسا لاجواب فیصلہ فرما دیا کہ بڑے بڑے دانشوروں اور سرداروں نے اس فیصلہ کی عظمت کے آگے سر جھکا دیا، اور سب نے بالاتفاق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حکم اور سردارِ اعظم تسلیم کر لیا۔ چنانچہ اس قسم کا

ایک واقعہ تعمیر کعبہ کے وقت پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) برس کی ہوئی تو زوردار بارش سے حرم کعبہ میں ایسا عظیم سیلاب آگیا کہ کعبہ کی عمارت بالکل ہی منہدم ہوگئی۔ حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ بہت پرانا ہو چکا تھا۔ عمالقہ، قبیلۂ جرہم اور قصی وغیرہ اپنے اپنے وقتوں میں اس کعبہ کی تعمیر ومرمت کرتے رہے تھے مگر چونکہ عمارت نشیب میں تھی اس لئے پہاڑوں سے برساتی پانی کے بہاؤ کا زوردار دھارا وادیٔ مکہ میں ہو کر گزرتا تھا اور اکثر حرم کعبہ میں سیلاب آجاتا تھا۔ کعبہ کی حفاظت کے لیے بالائی حصہ میں قریش نے کئی بند بھی بنائے تھے مگر وہ بند بار بار ٹوٹ جاتے تھے۔ اس لیے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے جس کا دروازہ بلند ہو اور چھت بھی ہو۔ چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اس تعمیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور سرداران قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے مختلف قبیلوں نے تعمیر کے لیے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے۔ جب عمارت ''حجر اسود'' تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی ''حجر اسود'' کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں۔ تا کہ ہمارے قبیلہ کے لئے یہ فخر و اعزاز کا باعث بن جائے۔ اس کشمکش میں چار دن گزر گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں بنو عبد الدار اور بنو عدی کے قبیلوں نے تو اس پر جان کی بازی لگا دی اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن حرم کعبہ میں تمام قبائل عرب جمع ہوئے اور اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے ایک بڑے بوڑھے شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل

ہو اس کو پنچ مان لیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کر دے سب اس کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ سب نے یہ بات مان لی۔ خدا عزوجل کی شان کہ صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوا وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے کہ واللہ یہ "امین" ہیں لہٰذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا اس طرح تصفیہ فرمایا کہ پہلے آپ نے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے مدعی ہیں ان کا ایک ایک سردار چن لیا جائے۔ چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اٹھائیں۔ چنانچہ سب سرداروں نے چادر کو اٹھایا اور جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح ایک ایسی خونریز لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنا خون خرابا ہوتا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۶ تا ۱۹۷)

خانہ کعبہ کی عمارت بن گئی لیکن تعمیر کے لئے جو سامان جمع کیا گیا تھا وہ کم پڑ گیا اس لئے ایک طرف کا کچھ حصہ باہر چھوڑ کر نئی بنیاد قائم کر کے چھوٹا سا کعبہ بنا لیا گیا کعبہ معظّمہ کا یہی حصہ جس کو قریش نے عمارت سے باہر چھوڑ دیا "حطیم" کہلاتا ہے جس میں کعبہ معظّمہ کی چھت کا پرنالا گرتا ہے۔

کعبہ کتنی بار تعمیر کیا گیا؟

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "تاریخ مکہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ "خانہ کعبہ" دس مرتبہ تعمیر کیا گیا:

(۱) سب سے پہلے فرشتوں نے ٹھیک "بیت المعمور" کے سامنے زمین پر خانہ کعبہ کو بنایا۔

(۲) پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔

(۳) اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں نے اس عمارت کو بنایا۔

(۴) اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدس گھر کو تعمیر کیا۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔

(۵) قوم عمالقہ کی عمارت۔

(۶) اس کے بعد قبیلہ جرہم نے اس کی عمارت بنائی۔

(۷) قریش کے مورث اعلیٰ "قصی بن کلاب" کی تعمیر۔

(۸) قریش کی تعمیر جس میں خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی اور قریش کے ساتھ خود بھی اپنے دوش مبارک پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔

(۹) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق تعمیر کیا۔ یعنی حطیم کی زمین کو کعبہ میں داخل کر دیا۔ اور دروازہ سطح زمین کے برابر نیچا رکھا اور ایک دروازہ مشرق کی جانب اور ایک دروازہ مغرب کی سمت بنا دیا۔

(۱۰) عبدالملک بن مروان اموی کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ اور ان کے بنائے ہوئے کعبہ کو ڈھا دیا۔ اور پھر زمانہ جاہلیت کے نقشہ کے مطابق کعبہ بنا دیا۔ جو آج تک موجود ہے۔

لیکن حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ نئے سرے سے کعبہ کی تعمیر جدید صرف تین ہی مرتبہ ہوئی ہے:

(۱) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی تعمیر

(۲) زمانۂ جاہلیت میں قریش کی عمارت اور ان دونوں تعمیروں میں دو ہزار سات سو پینتیس (۲۷۳۵) برس کا فاصلہ ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعمیر جو قریش کی تعمیر کے بیاسی سال بعد ہوئی۔ حضرات ملائکہ اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے فرزندوں کی تعمیرات کے بارے میں علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح روایتوں سے ثابت ہی نہیں ہے۔ باقی تعمیروں کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ یہ عمارت میں معمولی ترمیم یا ٹوٹ پھوٹ کی مرمت تھی۔ تعمیر جدید نہیں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۲۱۵ باب فضل مکہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حلقہ احباب

اعلانِ نبوت سے قبل جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخصوص احباب و رفقاء تھے وہ سب نہایت ہی بلند اخلاق، عالی مرتبہ، ہوش منداور باوقار لوگ تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مقرب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو برسوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ وطن اور سفر میں رہے۔ اور تجارت نیز دوسرے کاروباری معاملات میں ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شریک کار وراز دار رہے۔ اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قریش کے نہایت ہی معزز رئیس تھے اور جن کا ایک خصوصی شرف یہ ہے کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی، یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخصوص احباب میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے۔ حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو زمانہ جاہلیت میں طبابت اور جراہی کا پیشہ کرتے

تھے یہ بھی احباب خاص میں سے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد یہ اپنے گاؤں سے مکہ آئے تو کفار قریش کی زبانی یہ پروپیگنڈا سنا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجنون ہو گئے ہیں۔ پھر یہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ میں تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے لڑکوں کا ایک غول ہے جو شور مچا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ شبہ پیدا ہوا اور پرانی دوستی کی بنا پر ان کو انتہائی رنج و قلق ہوا۔ چنانچہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں طبیب ہوں اور جنون کا علاج کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد چند جملے ارشاد فرمائے جن کا حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ فوراً ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کے کاروبار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شریک کار رہا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ اپنے تجارتی شرکا کے ساتھ ہمیشہ نہایت ہی صاف ستھرا رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا پیش نہیں آتا تھا۔ (استیعاب ج ۲ ص ۵۳۷)

موحدین عرب سے تعلقات

عرب میں اگرچہ ہر طرف شرک پھیل گیا تھا اور گھر گھر میں بت پرستی کا چرچا تھا۔ مگر اس ماحول میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو توحید کے پرستار، اور شرک و بت پرستی سے بیزار تھے۔ انہی خوش نصیبوں میں زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔ یہ علی الاعلان شرک و بت پرستی

سے انکار، اور جاہلیت کی مشرکانہ رسموں سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں۔ شرک و بت پرستی کے خلاف اعلان مذمت کی بنا پر ان کا چچا "خطاب بن نفیل" ان کو بہت زیادہ تکلیفیں دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کو مکہ سے شہر بدر کر دیا تھا اور ان کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ مگر یہ ہزاروں ایذاؤں کے باوجود عقیدۂ توحید پر پہاڑ کی طرح ڈٹے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ کے دو شعر بہت مشہور ہیں جن کو یہ مشرکین کے میلوں اور مجمعوں میں بہ آواز بلند سنایا کرتے تھے کہ

أَرَبًّا وَّاحِدًا أَمْ أَلْفَ رَبٍّ أَدِيْنُ إِذَا تُقُسِّمَتِ الْأُمُوْرُ

تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا كَذَالِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيْرُ

یعنی کیا میں ایک رب کی اطاعت کروں یا ایک ہزار رب کی؟ جب کہ لوگوں کے دینی معاملات تقسیم ہو چکے ہیں۔ میں نے تو لات و عزیٰ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور ہر بصیرت والا ایسا ہی کرے گا (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۲۶)

یہ مشرکین کے دین سے متنفر ہو کر دین برحق کی تلاش میں ملک شام چلے گئے تھے۔ وہاں ایک یہودی عالم سے ملے۔ پھر ایک نصرانی پادری سے ملاقات کی اور جب آپ نے یہودی و نصرانی دین کو قبول نہیں کیا تو ان دونوں نے "دین حنیف" کی طرف آپ کی رہنمائی کی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا دین تھا اور ان دونوں نے یہ بھی بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی، اور وہ ایک خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ یہ سن کر زید بن عمرو بن نفیل ملک شام سے مکہ واپس آ گئے۔ اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر مکہ میں بہ آواز بلند یہ کہا کرتے تھے کہ اے لوگو! گواہ رہو کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں۔ (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۲۵)

اعلانِ نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زید بن عمرو بن نفیل کو بڑا خاص تعلق تھا اور کبھی کبھی ملاقاتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ ایک مرتبہ وحی نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقام "بلدح" کی ترائی میں زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان پر کھانا پیش کیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانے سے انکار کر دیا، تو زید بن عمرو بن نفیل کہنے لگے کہ میں بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا۔ میں صرف وہی ذبیحہ کھاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر قریش کے ذبیحوں کی برائی بیان کرنے لگے اور قریش کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے گھاس اگائی۔ پھر اے قریش! تم بکری کو اللہ کے غیر (بتوں) کے نام پر ذبح کرتے ہو؟ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲۶)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے کہتے تھے کہ اے جماعت قریش! خدا کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر نہیں ہے۔ (بخاری ج ۱ باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل ص ۵۴۰)

کاروباری مصروفیات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل خاندانی پیشہ تجارت تھا اور چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بچپن ہی میں ابوطالب کے ساتھ کئی بار تجارتی سفر فرما چکے تھے۔ جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تجارتی لین دین کا کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے

ذریعہ معاش کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔ اور تجارت کی غرض سے شام و بُصریٰ اور یمن کا سفر فرمایا۔ اور ایسی راست بازی اور امانت و دیانت کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارتی کاروبار کیا کہ آپ کے شرکاء کار اور تمام اہل بازار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "امین" کے لقب سے پکارنے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت کامیاب تاجر

ایک کامیاب تاجر کے لئے امانت، سچائی، وعدہ کی پابندی، خوش اخلاقی تجارت کی جان ہیں۔ ان خصوصیات میں مکہ کے تاجر امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تاریخی شاہکار پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نادر روزگار ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نزول وحی اور اعلانِ نبوت سے پہلے میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔ کچھ رقم میں نے ادا کر دی، کچھ باقی رہ گئی تھی۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی ابھی آ کر باقی رقم بھی ادا کر دوں گا۔ اتفاق سے تین دن تک مجھے اپنا وعدہ یاد نہیں آیا۔ تیسرے دن جب میں اس جگہ پہنچا جہاں میں نے آنے کا وعدہ کیا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا۔ مگر میری اس وعدہ خلافی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماتھے پر اک ذرا بل نہیں آیا۔ بس صرف اتنا ہی فرمایا کہ تم کہاں تھے؟ میں اس مقام پر تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن ابوداود ج ۲ ص ۳۳۴ باب فی العدۃ۔ مجتبائی)

اسی طرح ایک صحابی حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو لوگ ان کی تعریف کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں انہیں تمہاری نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہتے ہیں میں عرض گزار ہوا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ نے سچ فرمایا، اعلان نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک تھے، آپ نے کبھی لڑائی جھگڑا نہیں کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۷ باب کراہیۃ المرا۔ مجتبائی)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا غیر معمولی کردار

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ طفولیت ختم ہوا اور جوانی کا زمانہ آیا تو بچپن کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوانی بھی عام لوگوں سے نرالی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شباب مجسم حیاء اور چال چلن عصمت ووقار کا کامل نمونہ تھا۔ اعلانِ نبوت سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام زندگی بہترین اخلاق وعادات کا خزانہ تھی۔ سچائی، دیانتداری، وفاداری، عہد کی پابندی، بزرگوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، رحم وسخاوت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ، مخلوق خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں اور اچھی اچھی باتوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی بلند منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے انسانوں کیلئے وہاں تک رسائی تو کیا؟ اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عمدہ خصائل

کم بولنا، فضول باتوں سے نفرت کرنا، خندہ پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ دوستوں اور دشمنوں سے ملنا۔ ہر معاملہ میں سادگی اور صفائی کے ساتھ بات کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص شیوہ تھا۔

حرص، طمع، دغا، فریب، جھوٹ، شراب خوری، بدکاری، ناچ گانا، لوٹ مار، چوری، فحش گوئی، عشق بازی، یہ تمام بری عادتیں اور مذموم خصلتیں جو زمانہ جاہلیت میں گویا ہر بچے کے خمیر میں ہوتی تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان تمام عیوب و نقائص سے پاک صاف رہی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راست بازی اور امانت و دیانت کا پورے عرب میں شہرہ تھا اور مکہ کے ہر چھوٹے بڑے کے دلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برگزیدہ اخلاق کا اعتبار، اور سب کی نظروں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خاص وقار تھا۔

زمانہ جاہلیت کی رسوم سے نفرت

بچپن سے تقریباً چالیس برس کی عمر شریف ہوگئی۔ لیکن زمانہ جاہلیت کے ماحول میں رہنے کے باوجود تمام مشرکانہ رسوم، اور جاہلانہ اطوار سے ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن عصمت پاک ہی رہا۔ مکہ شرک و بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان والے ہی کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔

جب حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا چالیسواں سال شروع ہوا تو ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ایک نیا انقلاب رونما ہوگیا کہ ایک دم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلوت پسند ہو گئے اور اکیلے تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کا ذوق و شوق پیدا ہوگیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اوقات غور و فکر میں پائے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیشتر وقت مناظر قدرت کے مشاہدہ اور کائنات

فطرت کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ دن رات خالقِ کائنات کی ذات وصفات کے تصور میں مستغرق اور اپنی قوم کے بگڑے ہوئے حالات کے سدھار اور اس کی تدبیروں کے سوچ بچار میں مصروف رہنے لگے اور ان دنوں میں ایک نئی بات یہ بھی ہوگئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر خواب اتنا سچا ہوتا کہ خواب میں جو کچھ دیکھتے اس کی تعبیر صبح صادق کی طرح روشن ہو کر ظاہر ہو جایا کرتی تھی۔ (بخاری ج ا ص ۲)

غارِ حراء میں خلوت

مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کی دوری پر "جبل حراء" نامی پہاڑ کے اُوپر ایک غار (کھوہ) ہے جس کو "غار حراء" کہتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر کئی کئی دنوں کا کھانا پانی ساتھ لے کر اس غار کے پر سکون ماحول کے اندر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ جب کھانا پانی ختم ہو جاتا تو کبھی خود گھر پر آ کر لے جاتے اور کبھی حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پانی غار میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔ آج بھی یہ نورانی غار اپنی اصلی حالت میں موجود اور زیارت گاہ خلائق ہے۔

پہلی وحی

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "غار حراء" کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ بالکل اچانک غار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ (یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو ہمیشہ خدا عزوجل کا پیغام اس کے رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام تک پہنچاتے رہے ہیں) فرشتے نے ایک دم کہا کہ "پڑھیے" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں "پڑھنے والا نہیں ہوں۔" فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکڑا

اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زوردار معانقہ کیا پھر چھوڑ کر کہا کہ "پڑھیے" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ "میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔" فرشتہ نے دوسری مرتبہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ کر کہا کہ "پڑھیے" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ "میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔" تیسری مرتبہ پھر فرشتہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زور کے ساتھ اپنے سینے سے لگا کر چھوڑا اور کہا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝

یہی سب سے پہلی وحی تھی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ ان آیتوں کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے۔ مگر اس واقعہ سے جو بالکل ناگہانی طور پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش آیا اس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر لرزہ طاری تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کملی اڑھاؤ۔ مجھے کملی اڑھاؤ۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف دور ہوا اور کچھ سکون ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غار میں پیش آنے والا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ "مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔" یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں۔ دوسروں کا بار خود اٹھاتے ہیں۔ خود کما کما کر مفلسوں اور محتاجوں کو عطا فرماتے ہیں۔ مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق و انصاف کی خاطر سب کی مصیبتوں اور

مشکلات میں کام آتے ہیں

کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا؟

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی "ورقہ بن نوفل" کے پاس لے گئیں۔ ورقہ ان لوگوں میں سے تھے جو "موحد" تھے اور اہل مکہ کے شرک وبت پرستی سے بیزار ہو کر "نصرانی" ہو گئے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کہ بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیئے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ بتائیے۔ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غار حراء کا پورا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ پھر ورقہ بن نوفل کہنے لگے کہ کاش! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے زمانے میں تندرست جوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (تعجب سے) فرمایا کہ کیا مکہ والے مجھے مکہ سے نکال دیں گے تو ورقہ نے کہا جی ہاں! جو شخص بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح نبوت لے کر آیا لوگ اس کے ساتھ دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔

اس کے بعد کچھ دنوں تک وحی اترنے کا سلسلہ بند ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں مضطرب اور بے قرار رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے "یا محمد" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ کر پکارا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو

یہ نظر آیا کہ وہی فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) جو غار میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ایک خوف کی کیفیت پیدا ہوگئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکان پر آکر لیٹ گئے اور گھر والوں سے فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ مجھے کمبل اڑھاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ ناگہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورہ "مدثر" کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور رب تعالیٰ کا فرمان اتر پڑا کہ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (بخاری ج ۱ ص ۳)

یعنی اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔

ان آیات کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند قدوس نے دعوتِ اسلام کے منصب پر مامور فرما دیا اور آپ خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوت حق اور تبلیغ اسلام کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

دعوتِ اسلام ادوار

پہلا دور

تین برس تک حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی پوشیدہ طور پر نہایت رازداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض ادا فرماتے رہے اور اس درمیان میں عورتوں میں سب سے پہلے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت و تبلیغ سے حضرت عثمان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے۔ پھر چند دنوں کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد، حضرت ارقم بن ابو ارقم، حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر کچھ مدت کے بعد حضرت ابو ذر غفاری و حضرت صہیب رومی، حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب حضرت عمر کی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی اور حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مسلمان ہو گئیں۔ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مردوں اور عورتوں نے بھی اسلام لانے کا شرف حاصل کر لیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۴۶)

واضح رہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے جو "سابقین اولین" کے لقب سے سرفراز ہیں ان خوش نصیبوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ سب سے پہلے دامن اسلام میں آنے والے وہی لوگ ہیں جو فطرۃً نیک طبع اور پہلے ہی سے دین حق کی تلاش میں سرگرداں تھے اور کفار مکہ کے شرک و بت پرستی اور مشرکانہ رسوم جاہلیت سے متنفر اور بیزار تھے۔ چنانچہ نبی برحق کے دامن میں دین حق کی تجلی دیکھتے ہی یہ نیک بخت لوگ پروانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

دُوسرا دور

تین برس کی اس خفیہ دعوت اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورۂ "شعراء" کی آیت وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ o نازل فرمائی اور خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو خدا سے ڈرایئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر "یا معشر قریش" کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔ جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرلو گے؟ تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کا یقین کرلیں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا رہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الٰہی اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابولہب بھی تھا، سخت ناراض ہو کر سب کے سب چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اول فول بکنے لگے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۰۲ وعامہ تفاسیر)

تیسرا دور

اب وہ وقت آ گیا کہ اعلان نبوت کے چوتھے سال سورہ حجر کی آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل فرمائی اور حضرت حق جل شانہٗ نے یہ حکم فرمایا کہ اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمایئے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔

اور تمام قریش بلکہ تمام اہل مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذا رسانیوں کا ایک طولانی سلسلہ شروع ہو گیا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم وستم

کفارِ مکہ خاندان بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل تو نہیں کر سکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذا رسانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاہن، ساحر، شاعر، مجنون ہونے کا ہر کوچہ و بازار میں زور دار پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا مچا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر پتھر پھینکتے۔ کبھی کفار مکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھاتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دھکا دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک دم سنگدل کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دم گھٹنے لگا۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر دفع کیا اور یہ کہا کہ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ "میرا رب اللہ ہے۔" اس دھکم دھکا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو مارا

بھی اور کفار کی مار بھی کھائی۔ (زرقانی ج ا ص ۲۵۲ و بخاری ج ا ص ۵۴۴)

کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور روحانی تاثیرات وتصرفات کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے بڑا جادوگر کہتے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن شریف کی تلاوت فرماتے تو یہ کفار قرآن اور قرآن کو لانے والے (جبریل) اور قرآن کو نازل فرمانے والے (اللہ تعالیٰ) کو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے۔ اور گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیتے کہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑنے پائے اور تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر اس قدر شوروغل مچاتے کہ قرآن کی آواز کسی کو سنائی نہیں دیتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کہیں کسی عام مجمع میں یا کفار کے میلوں میں قرآن پڑھ کر سناتے یا دعوت ایمان کا وعظ فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابولہب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چلا چلا کر کہتا جاتا تھا کہ اے لوگو! یہ میرا بھتیجا جھوٹا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، تم لوگ اس کی کوئی بات نہ سنو۔ (معاذ اللہ)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ذوالمجاز" کے بازار میں دعوت اسلام کا وعظ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے اور لوگوں کو کلمۂ حق کی دعوت دی تو ابوجہل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دھول اڑاتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے لوگو! اس کے فریب میں مت آنا، یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات وعزیٰ کی عبادت چھوڑ دو۔ (مسند امام احمد ج ۴ وغیرہ)

اسی طرح ایک مرتبہ جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عین حالتِ نماز میں ابوجہل نے کہا کہ کوئی ہے؟ جو آل فلاں کے ذبح کیے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں ان کے کندھوں پر رکھ دے۔ یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط کافر اٹھا اور اس اوجھڑی کو لا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر رکھ دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ میں تھے دیر تک اوجھڑی کندھے اور گردن پر پڑی رہی اور کفار ٹھٹھا مار مار کر ہنستے رہے اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گر گر پڑتے رہے آخر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ان دنوں ابھی کمسن لڑکی تھی آئیں اور ان کافروں کو برا بھلا کہتے ہوئے اس اوجھڑی کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوش مبارک سے ہٹا دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر قریش کی اس شرارت سے انتہائی صدمہ گزرا اور نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یہ دعا مانگی کہ "اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ" یعنی اے اللہ! تو قریش کو اپنی گرفت میں پکڑ لے، پھر ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عمارہ بن ولید کا نام لے کر دعا مانگی کہ الٰہی! تو ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے ان سب کافروں کو جنگ بدر کے دن دیکھا کہ ان کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں۔ پھر ان سب کفار کی لاشوں کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان گڑھے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۷۴ باب المرأة تطرح الخ)

چند شریر کفار کی شرارتیں

جو کفار مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی اور ایذا رسانی میں بہت زیادہ سر گرم تھے۔ ان میں سے چند شریروں کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابولہب (۲) ابوجہل (۳) اسود بن عبد یغوث (۴) حارث بن قیس بن عدی (۵) ولید بن مغیرہ (۶) امیہ بن خلف (۷) ابی بن خلف (۸) ابوقیس بن فاکہہ (۹) عاص بن وائل (۱۰) نضر بن حارث (۱۱) منبہ بن الحجاج (۱۲) زہیر بن ابی امیہ (۱۳) سائب بن صیفی

(۱۴) عدی بن حمرا (۱۵) اسود بن عبدالاسد (۱۶) عاص بن سعید بن العاص (۱۷) عاص بن ہاشم (۱۸) عقبہ بن ابی معیط (۱۹) حکم بن ابی العاص۔ یہ سب کے سب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑوسی تھے اور ان میں سے اکثر بہت ہی مالدار اور صاحب اقتدار تھے اور دن رات سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں مصروف کار رہتے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں پر مظالم

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ غریب مسلمانوں پر بھی کفار مکہ نے ایسے ایسے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے کہ مکہ کی زمین بلبلا اُٹھی۔ یہ آسان تھا کہ کفار مکہ ان مسلمانوں کو دم زدن میں قتل کرڈالتے مگر اس سے ان کافروں کے جوش انتقام کا نشہ نہیں اتر سکتا تھا کیونکہ کفار اس بات میں اپنی شان سمجھتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اتنا ستاؤ کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر پھر شرک و بت پرستی کرنے لگیں۔ اس لئے قتل کردینے کی بجائے کفار مکہ مسلمانوں کو طرح طرح کی سزاؤں اور ایذا رسانیوں کے ساتھ ستاتے تھے۔ مگر خدا کی قسم! شراب توحید کے ان مستوں نے اپنے استقلال واستقامت کا وہ منظر پیش کردیا کہ پہاڑوں کی چوٹیاں سر اٹھا اٹھا کر حیرت کے ساتھ ان بلا کشانِ اسلام کے جذبہ استقامت کا نظارہ کرتی رہیں۔ سنگدل، بے رحم اور درندہ صفت کافروں نے ان غریب وبیکس مسلمانوں پر جبر واکراہ اور ظلم وستم کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر ایک مسلمان کے پائے استقامت میں بھی ذرہ برابر تزلزل نہیں پیدا ہوا اور ایک مسلمان کا بچہ بھی اسلام سے منہ پھیر کر کافر و مرتد نہیں ہوا۔

کفار مکہ نے ان غرباء مسلمین پر جور و جفا کاری کے بے پناہ اندوہناک مظالم

ڈھائے اور ایسے ایسے روح فرساء اور جاں سوز عذابوں میں مبتلا کیا کہ اگر ان مسلمانوں کی جگہ پہاڑ بھی ہوتا تو شاید ڈگمگانے لگتا۔ صحرائے عرب کی تیز دھوپ میں جب کہ وہاں کی ریت کے ذرات تنور کی طرح گرم ہو جاتے۔ ان مسلمانوں کی پشت کو کوڑوں کی مار سے زخمی کر کے اس جلتی ہوئی ریت پر پیٹھ کے بل لٹاتے اور سینوں پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیتے کہ وہ کروٹ نہ بدلنے پائیں لوہے کو آگ میں گرم کر کے ان سے ان مسلمانوں کے جسموں کو داغتے، پانی میں اس قدر ڈبکیاں دیتے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا۔ چٹائیوں میں ان مسلمانوں کو لپیٹ کر ان کی ناکوں میں دھواں دیتے جس سے سانس لینا مشکل ہو جاتا اور وہ کرب و بے چینی سے بدحواس ہو جاتے۔

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اس زمانے میں اسلام لائے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابوارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چند ہی آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ قریش نے ان کو بے حد ستایا۔ یہاں تک کہ کوئلے کے انگاروں پر ان کو چت لٹایا اور ایک شخص ان کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی اور رطوبت سے کوئلے بجھ گئے۔ برسوں کے بعد جب حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا تو اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ پوری پیٹھ پر سفید سفید داغ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھر آیا اور وہ رو پڑے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ تذکرہ خباب)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے۔ ان کی گردن میں رسی باندھ کر کوچہ و بازار میں ان کو گھسیٹا جاتا تھا۔ ان کی پیٹھ پر لاٹھیاں برسائی

جاتی تھیں اور ٹھیک دوپہر کے وقت تیز دھوپ میں گرم گرم ریت پر ان کو لٹا کر اتنا بھاری پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل آتی تھی۔ امیہ کافر کہتا تھا کہ اسلام سے باز آجاؤ ورنہ اسی طرح گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔ مگر اس حال میں بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر بل نہیں آتا تھا بلکہ زور زور سے "اَحَد، اَحَد" کا نعرہ لگاتے تھے اور بلند آواز سے کہتے تھے کہ خدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۳۱۷ تا ۳۱۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرم گرم بالو پر چت لٹا کر کفار قریش اس قدر مارتے تھے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ان کی والدہ حضرت بی بی سُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام لانے کی بنا پر ابو جہل نے ان کی ناف کے نیچے ایسا نیزہ مارا کہ یہ شہید ہو گئیں۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کفار کی مار کھاتے کھاتے شہید ہو گئے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ اس قدر طرح طرح کی اذیت دیتے اور ایسی ایسی مار دھاڑ کرتے کہ یہ گھنٹوں بے ہوش رہتے۔ جب یہ ہجرت کرنے لگے تو کفار مکہ نے کہا کہ تم اپنا سارا مال و سامان یہاں چھوڑ کر مدینہ جا سکتے ہو۔ آپ خوشی خوشی دنیا کی دولت پر لات مار کر اپنی متاع ایمان کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے۔

حضرت ابو فکیہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوان بن امیہ کافر کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جب صفوان کو ان کے اسلام کا پتا چلا تو اس نے ان کے گلے میں رسی کا پھندہ ڈال کر ان کو گھسیٹا اور گرم جلتی ہوئی زمین پر ان کو چت لٹا کر سینے پر وزنی پتھر رکھ دیا جب ان کو کفار گھسیٹ کر لے جا رہے تھے راستہ میں اتفاق سے ایک گبریلا نظر پڑا۔ امیہ کافر نے طعنہ مارتے ہوئے کہا کہ "دیکھ تیرا خدا یہی تو

نہیں ہے۔" حضرت ابوفکیہہ نے فرمایا کہ "اے کافر کے بچے! خاموش میرا اور تیرا خدا اللہ ہے۔'' یہ سن کر امیہ کافر غضب ناک ہو گیا اور اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ وہ بے ہوش ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ ان کا دم نکل گیا۔

اسی طرح حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس قدر مارا جاتا تھا کہ ان کے جسم کی بوٹی بوٹی دردمند ہو جاتی تھی۔ حضرت بی بی لبینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو لونڈی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کفر کی حالت میں تھے اس غریب لونڈی کو اس قدر مارتے تھے کہ مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر حضرت لبینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُف نہیں کرتی تھیں بلکہ نہایت جرأت و استقلال کے ساتھ کہتی تھیں کہ اے عمر! اگر تم خدا کے سچے رسول پر ایمان نہیں لاؤ گے تو خدا تم سے ضرور اس کا انتقام لے گا۔

حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے کی باندی تھیں۔ یہ مسلمان ہو گئیں تو ان کو اس قدر کافروں نے مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے پھر ان کی آنکھوں میں روشنی عطا فرما دی تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جادو کا اثر ہے۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۰)

اسی طرح حضرت بی بی "نہدیہ" اور حضرت بی بی ام عبیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی باندیاں تھیں۔ اسلام لانے کے بعد کفار مکہ نے ان دونوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر بے پناہ اذیتیں دیں مگر یہ اللہ والیاں صبر و شکر کے ساتھ ان بڑی بڑی مصیبتوں کو جھیلتی رہیں اور اسلام سے ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔

حضرت یار غار مصطفی ابوبکر صدیق باصفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس کس طرح

اسلام پر اپنی دولت نثار کی اس کی ایک جھلک یہ ہے کہ آپ نے ان غریب و بے کس مسلمانوں میں سے اکثر کی جان بچائی۔ آپ نے حضرت بلال و عامر بن فہیرہ و ابوفکیہہ و لبینہ و زنیرہ و نہدیہ و ام عنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان تمام غلاموں کو بڑی بڑی رقمیں دے کر خرید ا اور سب کو آزاد کر دیا اور ان مظلوموں کو کافروں کی ایذاؤں سے بچالیا۔

(زرقانی علی المواہب وسیرت ابن ہشام ج ا ص ۳۱۹)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دامن اسلام میں آئے تو مکہ میں ایک مسافر کی حیثیت سے کئی دن تک حرم کعبہ میں رہے۔ یہ روزانہ زور زور سے چلا چلا کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے اور روزانہ کفار قریش ان کو اس قدر مارتے تھے کہ یہ لہولہان ہو جاتے تھے اور ان دنوں میں آب زمزم کے سوا ان کو کچھ بھی کھانے پینے کو نہیں ملا۔

(بخاری ج ا ص ۵۴۴ باب اسلام ابی ذر)

واضح رہے کہ کفار مکہ کا یہ سلوک صرف غریبوں اور غلاموں ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ اسلام لانے کے جرم میں بڑے بڑے مالداروں اور رئیسوں کو بھی ان ظالموں نے نہیں بخشا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شہر مکہ کے ایک متمول اور ممتاز معززین میں سے تھے مگر ان کو بھی حرم کعبہ میں کفار قریش نے اس قدر مارا کہ ان کا سر خون سے لت پت ہو گیا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہایت مالدار اور صاحب اقتدار تھے۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو غیروں نے نہیں بلکہ خود ان کے چچا نے ان کو رسیوں میں جکڑ کر خوب مارا۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے رعب اور دبدبہ کے آدمی تھے مگر انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے تھے جس سے ان کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

چچازاد بھائی اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے جاہ و اعزاز والے رئیس تھے مگر جب ان کے اسلام کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتا چلا تو ان کو رسی میں باندھ کر مارا اور ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن حضرت بی بی فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کے کان کے آویزے گر پڑے اور چہرے پر خون بہہ نکلا۔

ابوسفیان اور ہرقل کا مکالمہ

621ء میں ہرقل روم سے نکل کر یروشلم اور دمشق کو واپس فتح کر چکا تھا اور نہ صرف اس نے فارسی حکومت سے اپنے چھینے ہوئے علاقے واپس لئے تھے فارسی سلطنت کے بھی بیشتر شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دحیۃ الکلبی (یہ وہی مشہور صحابی ہیں جن کی شکل میں ایک بار حضرت جبرائیل انسانی روپ میں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے) کو خط دیکر رومی شہنشاہ ہرقل کے دربار میں بھیجا۔ ہرقل کو خط ملا تو اس نے اپنے ایک افسر کو بلا کر کہا مجھے اس شخص کے علاقے کا کوئی بندہ چاہئے بے شک تمہیں شام کو اوپر سے نیچے کرنا پڑ جائے۔

اس افسر کو کوئی اور نہیں بلکہ ابوسفیان اور ان کے ساتھ تاجر ملے جنہیں لیکر وہ ہرقل کے دربار میں پہنچ گئے۔ ہرقل نے ابوسفیان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے کھڑا کیا اور کہا کہ اگر یہ شخص جھوٹ بولے تو مجھے اشارہ کر دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ میں جھوٹ بھی کہوں تو میرے ساتھی مجھے دھوکا نہیں دیں گے لیکن جھوٹ سے مجھے شرم آتی تھی۔

ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ اس طرح تھا:

ہرقل: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہے۔

ابوسفیان: وہ ایک کاہن ہے اور ایک جھوٹا شخص ہے (نعوذ باللہ)

ہرقل: مجھے اس کے بارے میں بُرا بھلا سننے سے غرض نہیں، مجھے صرف اس کے بارے میں بتاؤ۔ اس کا تعلق کس خاندان سے ہے؟

ابوسفیان: اس کا تعلق عرب کے ایک ممتاز قبیلے سے ہے۔

ہرقل: اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا اس سے پہلے تمہارے لوگوں میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: اس کے پیروکاروں کا تعلق امراء سے ہے یا وہ لوگ غریب ہیں؟

ابوسفیان: وہ سب غریب ہیں

ہرقل: ان کی تعداد کم ہو رہی ہے یا بڑھ رہی ہے؟

ابوسفیان: ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

ہرقل: کیا اس کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کے بعد کوئی واپس ہوا؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا نبوت کے دعوے سے پہلے اسے کبھی جھوٹ بولتے پایا گیا؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا اس نے کبھی امانت میں خیانت کی؟

ابوسفیان: نہیں، لیکن ہمارا اس سے امن کا معاہدہ چل رہا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ وہ اس دوران کیا کرے گا۔ (ابوسفیان کہتے ہیں کہ ایک واحد چیز تھی جس کے بارے میں کچھ محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بول سکا۔)

ہرقل: کیا کبھی تم نے اس سے جنگ کی ہے؟

ابوسفیان: ہاں

ہرقل: جنگ کا کیا نتیجہ رہا؟

ابوسفیان: کبھی وہ جیت گیا اور کبھی ہم جیت گئے۔

ہرقل: وہ تمہیں کس قسم کے حکم دیتا ہے؟

ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، شرک نہ کرو، زنا نہ کرو، سچ بولو اور اپنے ساتھ والوں سے اخلاق سے پیش آؤ۔

ہرقل: تم نے کہا کہ اس کا تعلق عرب کے ایک ممتاز گھرانے سے ہے، تمام پیغمبروں کا تعلق اپنے وقت کے ممتاز خاندان سے تھا، تم نے کہا کہ اس سے پہلے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا میں نہیں سمجھتا کہ وہ کسی کو دیکھ کر ایسا کر رہا ہے، تم نے کہا کہ اس کے آباء میں کوئی بھی بادشاہ نہیں تھا جس کا مطلب ہے کہ اسے حکومت کا لالچ بھی نہیں، تم نے کہا کہ نبوت سے پہلے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور میں کہتا ہوں کہ وہ اللہ پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تم نے کہا کہ اس کے پیروکار زیادہ تر غریب ہیں اور یہی بات پہلے آنے والے سارے انبیاء کے ساتھ رہی ہے کہ ان کے ماننے والے غریب ہی تھے۔ یہ بات کہ اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ رہی ہے اس بات کی نشانی ہے کہ وہ درست راہ پر ہے اور ابھی تک یہ دین مکمل نہیں ہوا۔ تم نے کہا کہ اس کا لایا ہوا دین قبول کرنے کے بعد کوئی واپس نہیں پھرتا، یہ اس یمان کی نشانی ہے جس کی روشنی لوگوں کے دلوں میں چمکتی ہے۔ تم نے اس بات سے بھی انکار کیا کہ وہ ایک خیانتی شخص ہے اور اللہ کا کوئی بھی نبی خیانتی نہیں ہوتا۔ تم نے یہ بھی کہا کہ

وہ شرک سے روکتا ہے، اللہ کی طرف بلاتا ہے، اچھے اخلاق سکھاتا ہے، زنا سے روکتا ہے، اگر جو کچھ تم نے کہا وہ سچ ہے تو اس کی حکومت اس جگہ تک آئے گی جہاں آج میں کھڑا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن وہ تم لوگوں میں سے ہوگا میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔ میرے بس میں ہوتا تو میں جا کر اس سے ملتا اور اس کے پاؤں دھوتا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط لایا گیا اور پڑھا گیا:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جو اللہ کا نبی ہے۔ روم کے شہنشاہ ہرقل کے نام۔

جس نے ہدایت کی پیروی کی وہ امن میں رہا۔ میں تمہیں اسلام کی ترغیب دیتا ہوں، اسلام قبول کرلو تو تم محفوظ ہو، اللہ تمہیں اس کا دُگنا اجر دے گا۔ اگر تم انکار کرتے ہو تو اپنی رعایا کی ذمہداری تمہارے اوپر ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں دیکھا کہ پسینہ ہرقل کی پیشانی سے گر رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یہی سچ اور حق ہے لیکن لوگوں کی نفرت کی وجہ سے اسلام سے دور رہا۔

کفار کا وفد بارگاہ رسالت میں

ایک مرتبہ سرداران قریش حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے یہ سوچنے لگے کہ آخر اتنی تکالیف اور سختیاں برداشت کرنے کے باوجود محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنی تبلیغ کیوں بند نہیں کرتے؟ آخر ان کا مقصد کیا ہے؟ ممکن ہے یہ عزت وجاہ یا سرداری و دولت کے خواہاں ہوں۔ چنانچہ سبھوں نے عتبہ بن ربیعہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ تم کسی طرح ان کا دلی مقصد معلوم کرو۔ چنانچہ عتبہ تنہائی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آخر اس دعوت اسلام سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ مکہ کی سرداری چاہتے ہیں؟ یا عزت و دولت کے خواہاں ہیں؟ یا کسی

بڑے گھرانے میں شادی کے خواہش مند ہیں؟ آپ کے دل میں جو تمنا ہو کھلے دل کے ساتھ کہہ دیجیے۔ میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر آپ دعوت اسلام سے باز آجائیں تو پورا مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا اور آپ کی ہر خواہش اور تمنا پوری کر دی جائے گی۔ عتبہ کی یہ ساحرانہ تقریر سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔ جن کو سن کر عتبہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال خوف ذوالجلال سے لرزنے اور کانپنے لگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں آپ کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ بس کیجیے۔ میرا دل اس کلام کی عظمت سے پھٹا جا رہا ہے۔ عتبہ بارگاہ رسالت سے واپس ہوا مگر اس کے دل کی دنیا میں ایک نیا انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ عتبہ ایک بڑا ہی ساحر البیان خطیب اور انتہائی فصیح و بلیغ آدمی تھا۔ اس نے واپس لوٹ کر سرداران قریش سے کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ جادو ہے نہ کہانت نہ شاعری بلکہ وہ کوئی اور ہی چیز ہے۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ تم لوگ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کامیاب ہو کر سارے عرب پر غالب ہو گئے تو اس میں ہم قریشیوں ہی کی عزت بڑھے گی، ورنہ سارا عرب ان کو خود ہی فنا کر دے گا مگر قریش کے سرکش کافروں نے عتبہ کا یہ مخلصانہ اور مدبرانہ مشورہ نہیں مانا بلکہ اپنی مخالفت اور ایذا رسانیوں میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۵۸ و سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۹۴)

اگر ایک ہاتھ پر سورج اور ایک پر چاند رکھ دیں

کفار قریش میں کچھ لوگ صلح پسند بھی تھے وہ چاہتے تھے کہ بات چیت کے ذریعہ صلح و صفائی کے ساتھ معاملہ طے ہو جائے۔ چنانچہ قریش کے چند معزز رؤسا ابو طالب کے پاس آئے

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام اور بت پرستی کے خلاف تقریروں کی شکایت کی۔ ابو طالب نے نہایت نرمی کے ساتھ ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے فرمان فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کی تعمیل کرتے ہوئے علی الاعلان شرک و بت پرستی کی مذمت اور دعوت توحید کا وعظ فرماتے ہی رہے۔ اس لئے قریش کا غصہ پھر بھڑک اٹھا۔ چنانچہ تمام سردارانِ قریش یعنی عتبہ و شیبہ و ابو سفیان و عاص بن ہشام و ابوجہل و ولید بن مغیرہ و عاص بن وائل وغیرہ وغیرہ سب ایک ساتھ مل کر ابو طالب کے پاس آئے اور یہ کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اس لئے یا تو آپ درمیان میں سے ہٹ جائیں اور اپنے بھتیجا کو ہمارے سپرد کر دیں یا پھر آپ بھی کھل کر ان کے ساتھ میدان میں نکل پڑیں تا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ ابو طالب نے قریش کا تیور دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب بہت ہی خطرناک اور نازک گھڑی سر پر آن پڑی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب قریش برداشت نہیں کر سکتے اور میں اکیلا تمام قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ابو طالب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انتہائی مخلصانہ اور مشفقانہ لہجے میں سمجھایا کہ میرے پیارے بھتیجے! اپنے بوڑھے چچا کی سفید داڑھی پر رحم کرو اور بڑھاپے میں مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں۔ اب تک تو قریش کا بچہ بچہ میرا احترام کرتا تھا مگر آج قریش کے سرداروں کا لب و لہجہ اور ان کا تیور اس قدر بگڑا ہوا تھا کہ اب وہ مجھ پر اور تم پر تلوار اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم کچھ دنوں کے لئے دعوت اسلام موقوف کر دو۔ اب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری معین، مددگار جو کچھ بھی تھے وہ صرف اکیلے ابو طالب ہی تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب ان کے قدم بھی اکھڑ رہے ہیں چچا کی گفتگو سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھرائی

ہوئی مگر جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا کہ چچا جان! خدا کی قسم! اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے اس فرض سے باز نہ آؤں گا۔ یا تو خدا اس کام کو پورا فرمادے گا یا میں خود دین اسلام پر نثار ہو جاؤں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ جذباتی تقریر سن کر ابو طالب کا دل پسیج گیا اور وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی ہاشمی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ بھتیجے کی محبت میں گرم ہو کر کھولنے لگا اور انتہائی جوش میں آکر کہہ دیا کہ جان عم! جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۶۶ وغیرہ)

۵ نبوی کو ہجرت حبشہ

کفار مکہ نے جب اپنے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو "حبشہ" جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔

شہنشاہ حبشہ نجاشی

حبشہ کے بادشاہ کا نام "اصحمہ" اور لقب "نجاشی" تھا۔ عیسائی دین کا پابند تھا مگر بہت ہی انصاف پسند اور رحم دل تھا اور توراۃ و انجیل وغیرہ آسمانی کتابوں کا بہت ہی ماہر عالم تھا۔

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ان مہاجرین کرام کے مقدس نام حسب ذیل ہیں۔

(۱، ۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ (۳، ۴) حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۵، ۶)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۷، ۸) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حشمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔ (۹) حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۰) حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۱) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۲) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۳) حضرت ابوسبرہ بن ابی رہم یا حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (۱۴) حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۰)

کفار مکہ کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتا چلا تو ان ظالموں نے ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے کفار ناکام واپس لوٹے۔ یہ مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی سرزمین میں اتر کر امن وامان کے ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد ناگہاں یہ خبر پھیل گئی کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے۔ یہ خبر سن کر چند لوگ حبشہ سے مکہ لوٹ آئے مگر یہاں آکر پتا چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ بعض لوگ تو پھر حبشہ چلے گئے مگر کچھ لوگ مکہ میں روپوش ہو کر رہنے لگے لیکن کفار مکہ نے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان لوگوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے لگے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حبشہ سے واپس آنے والے اور ان کے ساتھ دوسرے مظلوم مسلمان کل تراسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۸۷)

نجاشی کے دربار میں کفار کی ناکام سفارت

تمام مہاجرین نہایت امن وسکون کے ساتھ حبشہ میں رہنے لگے۔ مگر کفار مکہ کو

کب گوارا ہوسکتا تھا کہ فرزندان توحید کہیں امن وچین کے ساتھ رہ سکیں۔ ان ظالموں نے کچھ تحائف کے ساتھ "عمرو بن العاص" اور "عمارہ بن ولید" کو بادشاہ حبشہ کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ ان دونوں نے نجاشی کے دربار میں پہنچ کر تحفوں کا نذرانہ پیش کیا اور بادشاہ کو سجدہ کر کے یہ فریاد کرنے لگے کہ اے بادشاہ! ہمارے کچھ مجرم مکہ سے بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔ آپ ہمارے ان مجرموں کو ہمارے حوالہ کر دیجیے۔ یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے نمائندہ بن کر گفتگو کے لئے آگے بڑھے اور دربار کے آداب کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ صرف سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ درباریوں نے ٹوکا تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے میں بادشاہ کو سجدہ نہیں کرسکتا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۸۸)

اس کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار شاہی میں اس طرح تقریر شروع فرمائی کہ "اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ شرک و بت پرستی کرتے تھے۔ لوٹ مار، چوری، ڈکیتی، ظلم وستم اور طرح طرح کی بدکاریوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم میں ایک شخص کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جس کے حسب ونسب اور صدق ودیانت کو ہم پہلے سے جانتے تھے، اس رسول نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک دیا اور صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا اور ہر قسم کے ظلم وستم اور تمام برائیوں اور بدکاریوں سے ہم کو منع کیا۔ ہم اس رسول پر ایمان لائے اور شرک وبت پرستی چھوڑ کر تمام برے کاموں سے تائب ہو گئے۔ بس یہی ہمارا گناہ ہے جس پر ہماری قوم

ہماری جان کی دشمن ہوگئی اور ان لوگوں نے ہمیں اتنا ستایا کہ ہم اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر آپ کی سلطنت کے زیر سایہ پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب یہ لوگ ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم پھر اسی پرانی گمراہی میں واپس لوٹ جائیں۔"

شہنشاہ حبشہ کا اسلام سے متاثر ہونا

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے نجاشی بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔ یہ دیکھ کر کفار مکہ کے سفیر عمرو بن العاص نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی پھینک دیا اور کہا کہ اے بادشاہ! یہ مسلمان لوگ آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ دوسرا ہی اعتقاد رکھتے ہیں جو آپ کے عقیدہ کے بالکل ہی خلاف ہے۔

یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے سورۂ مریم کی تلاوت فرمائی۔ کلام ربانی کی تاثیر سے نجاشی بادشاہ کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ اس پر رقت طاری ہوگئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو یہی بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو کنواری مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے بغیر باپ کے خدا کی قدرت کا نشان بن کر پیدا ہوئے۔ نجاشی بادشاہ نے بڑے غور سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کو سنا اور یہ کہا کہ بلاشبہ انجیل اور قرآن دونوں ایک ہی آفتاب ہدایت کے دو نور ہیں اور یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی ہے اور اگر میں دستور سلطنت کے مطابق تخت شاہی پر رہنے کا

پابند نہ ہوتا تو میں خود مکہ جا کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جوتیاں سیدھی کرتا اور ان کے قدم دھوتا۔ بادشاہ کی تقریر سن کر اس کے درباری جو کٹر قسم کے عیسائی تھے ناراض و برہم ہو گئے مگر نجاشی بادشاہ نے جوش ایمانی میں سب کو ڈانٹ پھٹکار کر خاموش کر دیا۔ اور کفار مکہ کے تحفوں کو واپس لوٹا کر عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ میری سلطنت میں جہاں چاہو امن وسکون کے ساتھ آرام وچین کی زندگی بسر کرو۔ کوئی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۸۸)

شہنشاہ حبشہ کا مسلمان ہونا

واضح رہے کہ نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کے انتقال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ حالانکہ نجاشی بادشاہ کا انتقال حبشہ میں ہوا تھا اور وہ حبشہ ہی میں مدفون بھی ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غائبانہ ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت ابو بکر اور ابن دغنہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی مگر جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام "برک الغماد" میں پہنچے تو قبیلہ قارہ کا سردار "مالک بن دغنہ" راستے میں ملا اور دریافت کیا کہ کیوں؟ اے ابو بکر! کہاں چلے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مکہ کے مظالم کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا کہ اب میں اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر خدا کی لمبی چوڑی زمین میں پھرتا رہوں گا اور خدا کی عبادت کرتا رہوں گا۔

ابن دغنہ نے کہا کہ اے ابو بکر! آپ جیسا آدمی نہ شہر سے نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے۔ آپ دوسروں کا بار اٹھاتے ہیں، مہمانانِ حرم کی مہمان نوازی کرتے ہیں، خود کما

کما کر مفلسوں اور محتاجوں کی مالی امداد کرتے ہیں، حق کے کاموں میں سب کی امداد و اعانت
کرتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ مکہ واپس چلیے میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ ابن دغنہ
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زبردستی مکہ واپس لایا اور تمام کفار مکہ سے کہہ دیا کہ میں نے ابوبکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ لہٰذا خبردار! کوئی ان کو نہ ستائے کفار مکہ نے کہا
کہ ہم کو اس شرط پر منظور ہے کہ ابوبکر اپنے گھر کے اندر چھپ کر قرآن پڑھیں تاکہ ہماری
عورتوں اور بچوں کے کان میں قرآن کی آواز نہ پہنچے۔ ابن دغنہ نے کفار کی شرط کو منظور کر
لیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند دنوں تک اپنے گھر کے اندر قرآن پڑھتے رہے
مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبۂ اسلامی اور جوش ایمانی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ
معبودان باطل لات و عزیٰ کی عبادت تو علی الاعلان ہو اور معبود برحق اللہ تعالیٰ کی عبادت
گھر کے اندر چھپ کر کی جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر کے باہر اپنے صحن
میں ایک مسجد بنالی اور اس مسجد میں علی الاعلان نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھنے
لگے اور کفار مکہ کی عورتیں اور بچے بھیڑ لگا کر قرآن سننے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار مکہ نے ابن
دغنہ کو مکہ بلایا اور شکایت کی کہ ابوبکر گھر کے باہر قرآن پڑھتے ہیں۔ جس کو سننے کے لئے ان
کے گرد ہماری عورتوں اور بچوں کا میلہ لگ جاتا ہے۔ اس سے ہم کو بڑی تکلیف ہوتی ہے لہٰذا
تم ان سے کہہ دو کہ یا تو وہ گھر میں قرآن پڑھیں ورنہ تم اپنی پناہ کی ذمہ داری سے دست
بردار ہو جاؤ۔ چنانچہ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے
ابوبکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ گھر کے اندر چھپ کر قرآن پڑھیں ورنہ میں اپنی پناہ سے
کنارہ کش ہو جاؤں گا اس کے بعد کفار مکہ آپ کو ستائیں گے تو میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں
گا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن دغنہ! تم اپنی پناہ

کی ذمہ داری سے الگ ہو جاؤ مجھے اللہ تعالیٰ کی پناہ کافی ہے اور میں اس کی مرضی پر راضی برضا ہوں۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۰۷ باب جوار ابی بکر الصدیق)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

اعلان نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو ایسی ہستیاں دامن اسلام میں آگئیں جن سے اسلام اور مسلمانوں کے جاہ وجلال اور ان کے عزت واقبال کا پرچم بہت ہی سر بلند ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچاؤں میں حضرت حمزہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑی والہانہ محبت تھی اور وہ صرف دو تین سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمر میں زیادہ تھے اور چونکہ انہوں نے بھی حضرت ثویبہ کا دودھ پیا تھا اسلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے اور شکار کے بہت ہی شوقین تھے۔ روزانہ صبح سویرے تیر کمان لے کر گھر سے نکل جاتے اور شام کو شکار سے واپس لوٹ کر حرم میں جاتے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور قریش کے سرداروں کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن حسب معمول شکار سے واپس لوٹے تو ابن جدعان کی لونڈی اور خود ان کی بہن حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو بتایا کہ آج ابو جہل نے کس کس طرح تمہارے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کی ہے۔ یہ ماجرا سن کر مارے غصہ کے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون کھولنے لگا۔ ایک دم تیر کمان لئے ہوئے مسجد حرام میں پہنچ گئے اور اپنی کمان سے ابو جہل کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے؟ تجھے خبر نہیں کہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ یہ دیکھ کر قبیلۂ بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابو جہل کی مدد کے لئے کھڑے ہو گئے تو

ابو جہل نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنو ہاشم سے جنگ نہ چھڑ جائے یہ کہا کہ اے بنی مخزوم! آپ لوگ حمزہ کو چھوڑ دیجیے۔ واقعی آج میں نے ان کے بھتیجے کو بہت ہی خراب خراب قسم کی گالیاں دی تھیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴ وزرقانی ج ۱ ص ۲۵۶)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمان ہو جانے کے بعد زور زور سے ان اشعار کو پڑھنا شروع کردیا:۔

حَمِدْتُ اللّٰه حِیْنَ ھَدٰی فُؤَادِیْ — اِلَی الْاِسْلَامِ وَ الدِّیْنِ الْحَنِیْف

اِذَا تُلِیَتْ رَسَائِلُه عَلَیْنَا — تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِی اللُّبِّ الْحَصِیْف

وَ اَحْمَدُ مُصْطَفٰی فِیْنَا مُطَاعٌ — فَلَا تَغْشُوْہ بِالْقَوْلِ الْعَنِیْف

فَلَا وَ اللّٰهِ نُسْلِمُه لِقَوْمٍ — وَ لَمَّا نَقْضِ فِیْھِمْ بِالسُّیُوْف

میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس وقت کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی طرف ہدایت دی۔

جب احکام اسلام کی ہمارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو باکمال عقل والوں کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

اور خدا کے برگزیدہ احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مقتدیٰ ہیں تو (اے کافرو) اپنی باطل بکواس سے ان پر غلبہ مت حاصل کرو۔

تو خدا کی قسم! ہم انہیں قوم کفار کے سپرد نہیں کریں گے۔ حالانکہ ابھی تک ہم نے ان کافروں کے ساتھ تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا ہے۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد تیسرے ہی دن حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے واقعات میں بہت سی روایات ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن غصہ میں بھرے ہوئے ننگی تلوار لے کر اس ارادہ سے چلے کہ آج میں اسی تلوار سے پیغمبرِ اسلام کا خاتمہ کر دوں گا۔ اتفاق سے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اسلام کی خبر نہیں تھی۔ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیوں؟ اے عمر! اس دوپہر کی گرمی میں ننگی تلوار لے کر کہاں چلے؟ کہنے لگے کہ آج بانیٔ اسلام کا فیصلہ کرنے کے لئے گھر سے نکل پڑا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن "فاطمہ بنت الخطاب" اور تمہارے بہنوئی "سعید بن زید" بھی تو مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ بہن کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر کے اندر چند مسلمان چھپ کر قرآن پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر سب لوگ ڈر گئے اور قرآن کے اوراق چھوڑ کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلا کر بولے کہ اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو بھی مسلمان ہو گئی ہے؟ پھر اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھپٹے اور ان کی داڑھی پکڑ کر ان کو زمین پر پٹخ دیا اور سینے پر سوار ہو کر مارنے لگے۔ ان کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کو بچانے کے لئے دوڑ پڑیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے کانوں کے جھومر ٹوٹ کر گر پڑے اور ان کا چہرہ خون سے لہولہان ہو گیا۔ بہن نے صاف صاف کہہ دیا کہ عمر! سن لو، تم سے جو ہو سکے کر لو مگر اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہن

کا خون آلودہ چہرہ دیکھا اور ان کا عزم واستقامت سے بھرا ہوا یہ جملہ سنا تو ان پر رقت طاری ہوگئی اور ایک دم دل نرم پڑ گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ پھر کہا کہ اچھا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ بہن نے قرآن کے اوراق کو سامنے رکھ دیا۔ اٹھا کر دیکھا تو اس آیت پر نظر پڑی کہ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اس آیت کا ایک ایک لفظ صداقت کی تاثیر کا تیر بن کر دل کی گہرائی میں پیوست ہوتا چلا گیا اور جسم کا ایک ایک بال لرزہ براندام ہونے لگا۔

جب اس آیت پر پہنچے کہ

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِه

تو بالکل ہی بے قابو ہو گئے اور بے اختیار پکار اٹھے کہ

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

وہ وقت تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابو ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں مقیم تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہن کے گھر سے نکلے اور سیدھے حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر پہنچے تو دروازہ بند پایا، کنڈی بجائی، اندر کے لوگوں نے دروازہ کی جھری سے جھانک کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لئے کھڑے تھے۔ لوگ گھبرا گئے اور کسی میں دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اندر آنے دو اگر نیک نیتی کے ساتھ آیا ہے تو اس کا خیر مقدم کیا جائے گا ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر قدم رکھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود آگے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو پکڑا اور فرمایا کہ اے خطاب کے بیٹے! تو مسلمان

ہو جا آخر تو کب تک مجھ سے لڑتا رہے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہ آواز بلند کلمہ پڑھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مارے خوشی کے نعرہ تکبیر بلند فرمایا اور تمام حاضرین نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چھپ چھپ کر خدا کی عبادت کرنے کے کیا معنی؟ اٹھیئے ہم کعبہ میں چل کر علی الاعلان خدا کی عبادت کریں گے اور خدا کی قسم! میں کفر کی حالت میں جن جن مجلسوں میں بیٹھ کر اسلام کی مخالفت کرتا رہا ہوں اب ان تمام مجالس میں اپنے اسلام کا اعلان کروں گا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کی جماعت کو لے کر دو قطاروں میں روانہ ہوئے۔ ایک صف کے آگے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چل رہے تھے اور دوسری صف کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس شان سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرم کعبہ میں مشرکین کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ یہ سنتے ہی ہر طرف سے کفار دوڑ پڑے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے لگے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان لوگوں سے لڑنے لگے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماموں ابو جہل آ گیا۔ اس نے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں اس لئے لوگ برہم ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ یہ سن کر ابو جہل نے حطیم کعبہ میں کھڑے ہو کر اپنی آستین سے اشارہ کر کے اعلان کر دیا کہ میں نے اپنے بھانجے عمر کو پناہ دی۔ ابو جہل کا یہ اعلان سن کر سب لوگ ہٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اسلام لانے کے بعد میں ہمیشہ کفار کو مارتا اور ان کی مار کھاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب فرما دیا۔

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا ایک سبب

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کا ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں کفر کی حالت میں قریش کے بتوں کے پاس حاضر تھا اتنے میں ایک شخص گائے کا ایک بچھڑا لے کر آیا اور اس کو بتوں کے نام پر ذبح کیا۔ پھر بڑے زور سے چیخ مار کر کسی نے یہ کہا کہ

یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ

یہ آواز سن کر سب لوگ ہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن میں نے یہ عزم کر لیا کہ میں اس آواز دینے والے کی تحقیق کئے بغیر ہرگز ہرگز یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ اس کے بعد پھر یہی آواز آئی کہ یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ یعنی اے کھلی ہوئی دشمنی کرنے والے! ایک کامیابی کی چیز ہے کہ ایک فصاحت والا آدمی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کہہ رہا ہے۔ حالانکہ بتوں کے آس پاس میرے سوا دوسرا کوئی بھی نہیں تھا۔ اس کے فوراً ہی بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے حد متاثر تھے۔ اس لئے ان کے اسلام لانے کے اسباب میں اس واقعہ کو بھی کچھ نہ کچھ ضرور دخل ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۴۶ و زرقانی ج ۱ ص ۲۷۶ باب اسلام عمر)

۷ نبوی میں شعب ابی طالب محصوری

اعلان نبوت کے ساتویں سال ۷ نبوی میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بہادران قریش بھی دامن اسلام میں آ گئے تو غیظ و غضب میں یہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے

اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ و تاریک جگہ میں محصور کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تا کہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔ چنانچہ اس خوفناک تجویز کے مطابق تمام قبائل قریش نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک بنی ہاشم کے خاندان والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ نہ کر دیں

(۱) کوئی شخص بنو ہاشم کے خاندان سے شادی بیاہ نہ کرے۔

(۲) کوئی شخص ان لوگوں کے ہاتھ کسی قسم کے سامان کی خرید و فروخت نہ کرے۔

(۳) کوئی شخص ان لوگوں سے میل جول، سلام و کلام اور ملاقات و بات نہ کرے۔

(۴) کوئی شخص ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ جانے دے۔

منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کو لکھا اور تمام سرداران قریش نے اس پر دستخط کر کے اس دستاویز کو کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔ ابو طالب مجبوراً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے تمام خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام "شعب ابی طالب" تھا پناہ گزین ہوئے۔ ابولہب کے سوا خاندان بنو ہاشم کے کافروں نے بھی خاندانی حمیت و پاسداری کی بنا پر اس معاملہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور سب کے سب پہاڑ کے اس تنگ و تاریک درہ میں محصور ہو کر قیدیوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور یہ تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے۔ اور ان کے بچے بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے۔ سنگدل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جانے پائے۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۸)

خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صبر واستقلال

مسلسل تین سال تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خاندان بنو ہاشم ان ہوش ربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دلوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آ گیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی۔ چنانچہ ہشام بن عمرو عامری، زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود وغیرہ یہ سب مل کر ایک ساتھ حرم کعبہ میں گئے اور زہیر نے جو عبدالمطلب کے نواسے تھے کفار قریش کو مخاطب کر کے اپنی پر جوش تقریر میں یہ کہا کہ اے لوگو! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ ہم لوگ تو آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بے قرار ہو کر بلبلا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک اس وحشیانہ معاہدہ کی دستاویز پھاڑ کر پاؤں سے نہ روندی جائے گی میں ہرگز ہرگز چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ تقریر سن کر ابوجہل نے تڑپ کر کہا کہ خبردار! ہرگز ہرگز تم اس معاہدہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ زمعہ نے ابوجہل کو للکارا اور اس زور سے ڈانٹا کہ ابوجہل کی بولتی بند ہو گئی۔ اسی طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی خم ٹھونک کر ابوجہل کو جھڑک دیا اور ابوالبختری نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ اے ابوجہل! اس ظالمانہ معاہدہ سے نہ ہم پہلے راضی تھے اور نہ اب ہم اس کے پابند ہیں۔

اسی مجمع میں ایک طرف ابوطالب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے لوگو! میرے بھتیجے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ اس معاہدہ کی دستاویز کو کیڑوں نے کھا ڈالا ہے اور صرف جہاں جہاں خدا کا نام لکھا ہوا تھا اس کو کیڑوں نے چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ اس دستاویز کو نکال کر دیکھو اگر واقعی اس کو کیڑوں نے کھا لیا ہے جب تو اس کو چاک کر کے پھینک دو۔ اور اگر میرے بھتیجے کا کہنا غلط ثابت ہوا تو میں محمد

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمہارے حوالے کردوں گا۔ یہ سن کر مطعم بن عدی کعبہ کے اندر گیا اور دستاویز کو اتار لایا اور سب لوگوں نے اس کو دیکھا تو واقعی بجز اللہ تعالیٰ کے نام کے پوری دستاویز کو کیڑوں نے کھالیا تھا۔ مطعم بن عدی نے سب کے سامنے اس دستاویز کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور پھر قریش کے چند بہادر باوجودیکہ یہ سب کے سب اس وقت کفر کی حالت میں تھے ہتھیار لے کر گھاٹی میں پہنچے اور خاندان بنو ہاشم کے ایک ایک آدمی کو وہاں سے نکال لائے اور ان کو ان کے مکانوں میں آباد کردیا۔ یہ واقعہ ۱۰ نبوی کا ہے۔ منصور بن عکرمہ جس نے اس دستاویز کو لکھا تھا اس پر یہ قہر الٰہی ٹوٹ پڑا کہ اس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۶ وغیرہ)

۱۰ نبوی غموں کا سال

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "شعب ابی طالب" سے نکل کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور چند ہی روز کفار قریش کے ظلم وستم سے کچھ امان ملی تھی کہ ابوطالب بیمار ہو گئے اور گھاٹی سے باہر آنے کے آٹھ مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

ابوطالب کی وفات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک بہت ہی جاں گداز اور روح فرسا حادثہ تھا کیونکہ بچپن سے جس طرح پیار و محبت کے ساتھ ابوطالب نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اور زندگی کے ہر موڑ پر جس جاں نثاری کے ساتھ آپ کی نصرت و دستگیری کی اور آپ کے دشمنوں کے مقابل سینہ سپر ہو کر جس طرح آلام و مصائب کا مقابلہ کیا اس کو بھلا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح بھول سکتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ابھی ابوطالب کے انتقال

کا زخم تازہ ہی تھا کہ ابو طالب کی وفات کے تین دن یا پانچ دن کے بعد حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دنیا سے رخصت فرما گئیں۔ مکہ میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا وہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات گرامی تھی۔ جس وقت دنیا میں کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخلص مشیر اور غمخوار نہیں تھا حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی تھیں کہ ہر پریشانی کے موقع پر پوری جاں نثاری کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غمخواریٔ اور دلداری کرتی رہتی تھیں اس لئے ابو طالب اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کی وفات سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مددگار اور غمگسار دونوں ہی دنیا سے اٹھ گئے جس سے آپ کے قلب نازک پر اتنا عظیم صدمہ گزرا کہ آپ نے اس سال کا نام "عام الحزن" (غم کا سال) رکھ دیا۔

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رمضان ۱۰ نبوی میں وفات پائی۔ بوقت وفات پینسٹھ برس کی عمر تھی۔ مقام حجون (قبرستان جنت المعلی) میں مدفون ہوئیں۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اترے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کی لاش مبارک کو زمین کے سپرد فرمایا۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۹۶)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفرِ طائف

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوسی نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے قرب وجوار کی بستیوں کا رُخ کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "طائف" کا بھی سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔
طائف میں بڑے بڑے اُمراء اور مالدار لوگ رہتے تھے۔ ان رئیسوں میں ''عمرو'' کا خاندان تمام قبائل کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ تین بھائی تھے۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان تینوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ انتہائی بیہودہ اور گستاخانہ جواب دیا۔ ان بدنصیبوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ طائف کے شریر غنڈوں کو ابھار دیا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برا سلوک کریں۔ چنانچہ لچوں لفنگوں کا یہ شریر گروہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑا اور یہ شرارتوں کے مجسمے آپ پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ آپ کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہان ہو گئے۔

اور آپ کے موزے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخموں سے بے تاب ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ ظالم انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرتے اور ساتھ ساتھ طعنہ زنی کرتے۔ گالیاں دیتے۔ تالیاں بجاتے۔ ہنسی اڑاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑ دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچاتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی خون میں نہا گئے اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے قابو ہو گئے۔ یہاں تک کہ آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگور کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مکہ کے ایک مشہور کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کو آپ پر رحم آگیا اور کافر ہونے کے باوجود خاندانی حمیت نے جوش مارا۔ چنانچہ ان دونوں

کافروں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے نصرانی غلام "عداس" کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ بھیجا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر خوشہ کو ہاتھ لگایا تو عداس تعجب سے کہنے لگا کہ اس اطراف کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولا کرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ عداس نے کہا کہ میں "شہر نینویٰ" کا رہنے والا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ وہ بھی میری طرح خدا عزوجل کے پیغمبر تھے۔ یہ سن کر عداس آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً ہی آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۰۰)

اسی سفر میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام "نخلہ" میں تشریف فرما ہوئے اور رات کو نماز تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے تو "نصیبین" کے جنوں کی ایک جماعت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور قرآن سن کر یہ سب جن مسلمان ہو گئے۔ پھر ان جنوں نے لوٹ کر اپنی قوم کو بتایا تو مکہ مکرمہ میں جنوں کی جماعت نے فوج در فوج آ کر اسلام قبول کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورہ جن کی ابتدائی آیتوں میں خداوند عالم نے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (زرقانی ج ۱ ص ۳۰۳)

مقام نخلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند دنوں تک قیام فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام "حراء" میں تشریف لائے اور قریش کے ایک ممتاز سردار مطعم بن عدی کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کیا تم مجھے اپنی پناہ میں لے سکتے ہو؟ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص ان سے حمایت اور پناہ طلب کرتا تو وہ اگرچہ کتنا ہی بڑا دشمن کیوں نہ ہو وہ پناہ دینے سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ مطعم بن عدی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

اپنی پناہ میں لے لیا اور اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ تم لوگ ہتھیار لگا کر حرم میں جاؤ اور مطعم بن عدی خود گھوڑے پر سوار ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ مکہ لایا اور حرم کعبہ میں اپنے ساتھ لے کر گیا اور مجمع عام میں اعلان کر دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اطمینان کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دیا اور کعبہ کا طواف کر کے حرم میں نماز ادا کی اور مطعم بن عدی اور اس کے بیٹوں نے تلواروں کے سائے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے دولت خانہ تک پہنچا دیا۔ (زرقانی ج ۱ ص ۳۰۶)

فرشتوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینا

اس سفر کے مدتوں بعد ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اے عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ دن میرے لئے جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت تھا جب میں نے طائف میں وہاں کے ایک سردار "عبد یالیل" کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے دعوت اسلام کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور اہل طائف نے مجھ پر پتھراؤ کیا۔ میں اس رنج و غم میں سر جھکائے چلتا رہا یہاں تک کہ مقام "قرن الثعالب" میں پہنچ کر میرے ہوش و حواس بجا ہوئے۔ وہاں پہنچ کر جب میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدلی مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اس بادل میں سے حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول اور ان کا جواب سن لیا اور اب آپ کی خدمت میں پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ تا کہ وہ آپ کے حکم

کی تعمیل کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ مجھے سلام کر کے عرض کرنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ سب کچھ سن لیا ہے اور مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اور میں آپ کا حکم بجالاؤں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں "اخشبین" (ابوقبیس اور قعیقعان) دونوں پہاڑوں کو ان کفار پر اُلٹ دوں تو میں اُلٹ دیتا ہوں۔ یہ سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے اپنے ایسے بندوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔ (بخاری باب ذکر الملائکہ ج ا ص ۴۵۸ وزرقانی ج ا ص ۲۹۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبائل میں اسلام کی تبلیغ کرنا

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ حج کے زمانے میں جب کہ دور دور کے عربی قبائل مکہ میں جمع ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام قبائل میں دورہ فرما کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح عرب میں جا بجا بہت سے میلے لگتے تھے جن میں دور دراز کے قبائل عرب جمع ہوتے تھے۔ ان میلوں میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز کے بڑے بڑے میلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائل عرب کے سامنے دعوت اسلام پیش فرمائی۔ عرب کے قبائل بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، سلیم، عبس، بنو نصر، کندہ، کلب، عذرہ، حضارمہ وغیرہ ان سب مشہور قبائل کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام پیش فرمایا مگر آپ کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور جب آپ کسی قبیلہ

کے سامنے وعظ فرماتے تو ابولہب چلا چلا کر یہ کہتا کہ "یہ دین سے پھر گیا ہے، یہ جھوٹ کہتا ہے۔" (زرقانی ج ۱ ص ۳۰۹)

قبیلہ بنوذہل بن شیبان کے پاس جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس قبیلہ کا سردار "مفروق" آپ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا کہ اے قریشی برادر! آپ لوگوں کے سامنے کونسا دین پیش کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ انعام کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں۔ یہ سب لوگ آپ کی تقریر اور قرآنی آیتوں کی تاثیر سے انتہائی متاثر ہوئے لیکن یہ کہا کہ ہم اپنے اس خاندانی دین کو بھلا ایک دم کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ جس پر ہم برسہا برس سے کاربند ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ملک فارس کے بادشاہ کسریٰ کے زیر اثر اور رعیت ہیں۔ اور ہم یہ معاہدہ کر چکے ہیں کہ ہم بادشاہ کسریٰ کے سوا کسی اور کے زیر اثر نہیں رہیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی صاف گوئی کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ خیر، خدا اپنے دین کا حامی و ناصر اور معین و مددگار ہے۔ (روض الانف بحوالہ سیرۃ النبی)

مدینہ کا پرانا نام

"مدینہ منورہ" کا پرانا نام "یثرب" ہے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شہر میں سکونت فرمائی تو اس کا نام "مدینۃ النبی" (نبی کا شہر) پڑ گیا۔ پھر یہ نام مختصر ہو کر "مدینہ" مشہور ہو گیا۔ تاریخی حیثیت سے یہ بہت پرانا شہر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو اِس شہر میں عرب کے دو قبیلے "اوس" اور "خزرج" اور کچھ "یہودی" آباد تھے۔ اوس و خزرج کفار مکہ کی طرح "بت پرست" اور یہودی "اہل کتاب" تھے۔ اوس

وخزرج پہلے تو بڑے اتفاق واتحاد کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے مگر پھر عربوں کی فطرت کے مطابق اِن دونوں قبیلوں میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ آخری لڑائی جو تاریخ عرب میں "جنگ بعاث" کے نام سے مشہور ہے اس قدر ہولناک اور خونریز ہوئی کہ اس لڑائی میں اوس وخزرج کے تقریباً تمام نامور بہادر لڑ بھڑ کر کٹ مر گئے اور یہ دونوں قبیلے بے حد کمزور ہو گئے۔ یہودی اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے مگر چونکہ وہ تعلیم یافتہ تھے اس لئے اوس وخزرج ہمیشہ یہودیوں کی علمی برتری سے مرعوب اور ان کے زیر اثر رہتے تھے۔

اِسلام قبول کرنے کے بعد رسولِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم و تربیت کی بدولت اوس وخزوج کے تمام پرانے اختلافات ختم ہو گئے اور یہ دونوں قبیلے شیر و شکر کی طرح مل جل کر رہنے لگے۔ اور چونکہ اِن لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کی اپنے تن من دھن سے بے پناہ امداد ونصرت کی اِس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خوش بختوں کو "انصار" کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور قرآن کریم نے بھی ان جاں نثاران اسلام کی نصرت رسول وامدادِ مسلمین پر ان خوش نصیبوں کی مدح وثنا کا جابجا خطبہ پڑھا اور ازروئے شریعت انصار کی محبت اور ان کی جناب میں حسن عقیدت تمام اُمتِ مسلمہ کیلئے لازم الایمان اور واجب العمل قرار پائی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

زمین پر میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا جلوس

یمن سرزمین حجاز کا وہ قریبی خطہ ہے جس میں متعدد ایسے حکمران بھی گزرے ہیں جن کا طرز حکمرانی اور انداز شاہانہ انہیں دیگر حکمرانوں سے بالکل جدا کر دیتا ہے۔ آیئے ان حکمرانوں میں سے چند کا اجمالی تذکرہ کرتے ہیں:

ملکہ سبا

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں نہایت حسین وجمیل اور ذہین وفطین خاتون بلقیس یمن کی حکمران تھی۔ اس خاتون کو ملکہ سبا بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی قوم سورج پرست تھی اور سورج کو اپنا معبود سمجھتی تھی۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اپنے خاص درباری پرندے ھُد ھُد کو اپنا ایک مکتوب دے کر اُسے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ ملکہ سبا بلقیس نے اس خط کی بابت اپنے مشیران خاص سے مشورہ کیا اور کچھ مصاحبین کو ساتھ لے کر یمن سے دربار سلیمانی پہنچی۔ بعدازاں ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئی۔ اس پورے واقعہ کو سورۃ النمل آیت نمبر ۲۰ تا ۴۴ میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

سلیمان ں نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے: مجھے کیا ہوا ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ پا رہا یا وہ واقعی غائب ہو گیا ہے۔ میں اسے بغیر اجازت غائب ہونے پر ضرور سخت سزا دوں گا یا اسے ضرور ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس اپنے بے قصور ہونے کی واضح دلیل لائے گا۔ پس وہ تھوڑی ہی دیر باہر ٹھہرا تھا کہ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے ایک ایسی بات معلوم ہوئی ہے جس پر (شاید) آپ مطلع نہ تھے اور میں آپ کے پاس ملکِ سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے وہاں ایک ایسی عورت کو پایا ہے جو ان یعنی ملکِ سبا کے باشندوں پر حکومت کرتی ہے اور اسے ملکیت و اقتدار میں ہر ایک چیز بخشی گئی ہے اور اس کے پاس بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے بجائے سورج کو سجدہ کرتے پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمالِ بد ان کے لیے خوب خوشنما بنا دیے ہیں اور انہیں توحید کی راہ سے روک دیا ہے سو وہ ہدایت نہیں پا رہے۔ سلیمان ں نے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کیا تو سچ کہہ رہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں سے ہے۔ میرا یہ خط لے جا اور اسے

ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ پھر دیکھ وہ کس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اس خط کے جواب میں ملکہ سبا نے کہا میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا جواب لے کر واپس لوٹتے ہیں۔ سو جب وہ قاصد سلیمان کے پاس آیا تو سلیمان نے اس سے فرمایا: کیا تم لوگ مال و دولت سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ سو جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے اس دولت سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں عطا کی ہے بلکہ تم ہی ہو جو اپنے تحفہ سے فرحاں اور نازاں ہو تو ان کے پاس تحفہ سمیت واپس پلٹ جا سو ہم ان پر ایسے لشکروں کے ساتھ حملہ کرنے آئیں گے جن سے انہیں مقابلہ کی طاقت نہیں ہو گی اور ہم انہیں وہاں سے بے عزت کر کے اس حال میں نکالیں گے کہ وہ قیدی بن کر رسوا ہوں گے۔

سلیمان نے فرمایا: اے دربار والو! تم میں سے کون اس ملکہ کا تخت میرے پاس لا سکتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر میرے پاس آ جائیں۔ ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا: میں اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں اور بے شک میں اس کے لانے پر طاقتور اور امانتدار ہوں۔ پھر ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس آسمانی کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے، اسی اثناء میں ملکہ سبا کا تخت حضرت سلیمان کے دربار میں موجود تھا۔

ابرہہ بادشاہ

یمن ہی کا ایک اور حکمران تاریخ میں ابرہہ کے نام سے معروف ہے۔ ولادت

رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند ماہ قبل مسیحی حکمران ابرہہ نے بیت اللہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ اس نے یمن کے دارالخلافہ صنعاء میں ایک کنیسہ (عبادت خانہ) تعمیر کر رکھا تھا، جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ لوگ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اس عبادت گاہ میں آکر عبادت (حج) کریں۔ اہل عرب کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہیں یہ بات گراں گزری۔ چنانچہ بنو کنانہ کے ایک شخص نے موقعہ پا کر کنیسہ میں غلاظت پھینک دی۔ اس حرکت پر ابرہہ طیش میں آ گیا اور اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ میں خانہ کعبہ کو مسمار و منہدم کردوں گا وہ ایک بڑا لشکر لے کر یمن سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔

اس لشکر میں سپاہیوں کے علاوہ قوی الجثہ اور قدآور ہاتھی بھی شامل تھے۔ ابرہہ نے مکہ شہر سے باہر مزدلفہ کے مقام پر پہنچ کر اہل مکہ کے جانوروں کو پکڑنا شروع کر دیا۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے اونٹ بھی شامل تھے۔ جب حضرت عبدالمطلب کو علم ہوا تو وہ فوراً ابرھہ کے پاس پہنچے۔ ابرہہ نے ان کا بہت احترام کیا اور ان سے آنے کی وجہ پوچھی۔

حضرت عبدالمطلب نے بتایا کہ تم نے میرے جو اونٹ پکڑے ہیں وہ واپس کر دو۔ وہ بولا: اے عبدالمطلب! مجھے یہ سن کر حیرانی ہوئی، میں تو خانہ کعبہ پر حملہ کر کے اسے مسمار کرنے والا ہوں مگر تم صرف اپنے اونٹوں کا مطالبہ ہی کر رہے ہو اور خانہ کعبہ کی تباہی کا تمہیں کوئی فکر نہیں ہے۔ آپ نے ابرھہ کو جواب دیا کہ یہ اونٹ میری ملکیت ہیں اور کعبہ، اللہ کی ملکیت ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا، میں تو صرف اپنی چیز کا ہی مطالبہ کرتا ہوں۔ ابرھہ یہ بات سن کر حیران ہوا اور اس نے تمام اونٹ حضرت عبدالمطلب کو واپس کر دیئے۔

کعبۃ اللہ کی حفاظت کا الوہی انتظام

حضرت عبدالمطلب نے واپس جا کر یہ سارا ماجرا قریش مکہ کو سنایا اور ساتھ یہ مشورہ بھی دیا کہ تم سب لوگ قریبی پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں چلے جاؤ۔ آپ خود خانہ کعبہ جا کر بارگاہ الٰہی میں خانہ کعبہ کی حفاظت وسلامتی کی دعا کرنے لگے۔ طاقت کے نشہ میں چور ابرھہ نے جونہی خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا اور اپنا لشکر لے کر خانہ کعبہ کے قریب پہنچا، جلال و جبروت ربانی جوش میں آ گیا۔ پھر آنکھ نے وہ ہیبت انگیز اور عبرت ناک منظر بھی دیکھا جب مزدلفہ کی وادیٔ محسر میں کھلے آسمان کی بیکراں وسعتوں میں ننھے ننھے پرندوں (ابابیل) کے غول در غول نمودار ہوئے، جنہوں نے اپنی چونچوں میں پکڑی ہوئی کنکریوں کو موسلا دھار بارش کی طرح ابرہی لشکر پر برسانا شروع کر دیا۔ کنکریاں گرنے کی رفتار اور قوت اس قدر تیز تھی کہ جس ہاتھی اور سپاہی پر گرتیں، اس کے بدن سے آر پار ہو جاتیں۔ اس اچانک نازل ہونے والے آسمانی عذاب سے پورے لشکر میں بدحواسی اور کھلبلی مچ گئی۔ ہاتھی خوف سے چنگھاڑنے لگے اور جان بچانے کی کوشش میں بھاگتی ہوئی اپنی ہی فوج کو روندنے لگے۔ عذاب الٰہی سے بھلا کون راہ فرار اختیار کر سکتا ہے۔ بالآخر ابرھہ معہ اپنے لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ قرآن کریم کی سورۃ الفیل اسی عبرت ناک منظر کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ (الفیل)

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا اس نے ان کے مکر و فریب کو باطل و ناکام نہیں کر دیا؟ اور اس نے ان پر (ہر سمت سے) پرندوں

کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے۔ جو ان پر کنکریلے پتھر مارتے تھے۔ پھر (اللہ نے) ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کر دیا"۔ (ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، 1:50)

تبع بادشاہ

ملکہ سبا بلقیس اور ابرہہ بادشاہ کے بعد اسی سرزمین یمن کے ایک اور حکمران کا تذکرہ کرتے ہیں جو ابرہہ بادشاہ کے بالکل برعکس عقیدت و محبت کے الفاظ کے ساتھ تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔

حضور ﷺ کی عالمِ آب و گل میں تشریف آوری سے تقریباً ایک ہزار چالیس سال قبل یمن کے ایک بادشاہ تبع ابوکرب اسعد الحمیری نے بھی خانہ کعبہ کو مسمار کر کے اہل مکہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس مذموم عمل کو سرانجام دینے سے پہلے ہی اسے اچانک ایک آسمانی مہلک بیماری نے آن گھیرا۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ تبع ابوکرب الحمیری یمن سے جنگی مشن لے کر نکلا تھا کہ بیشتر علاقوں کو زیرنگین کر کے اپنی سلطنت وسیع کروں گا۔ اس سلسلہ میں اس نے اپنا پہلا ہدف مکہ معظمہ کو بنانا چاہا۔ اس کے پاس ان گنت جنگی سپاہی، ماہر نشانہ باز، تیرانداز اور ہزاروں کی تعداد میں مشیر اور وزیر تھے۔ بعد از مشاورت تبع ابوکرب الحمیری نے اپنا ارداہ بدل کر جنگی سفر کا آغاز یمن سے مصر کی جانب کر لیا اور وہاں کے کئی علاقوں کو اپنے قبضہ میں لیا۔ بعدازاں وہ بحیرہ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا سرزمین حجاز کے متبرک شہر مکہ کی سنگلاخ چوٹیوں میں گھری ہوئی بے آب و گیاہ وادیوں میں داخل ہوا۔

جب وہ شہر کی حدود میں پہنچا تو یہ منظر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا کہ اہل شہر پر کوئی خوف و ہراس طاری نہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کا والہانہ استقبال کیا ہے۔ گویا وہ

تمام اطمینان کی تصویر بنے اپنے حال میں مست تھے۔ اس خلافِ توقع صورتحال کی بابت اس نے اپنے مشیران سے استفسار کیا، اُسے بتایا گیا کہ اس شہر میں چونکہ بیت اللہ موجود ہے، جس کی خدمت کا فریضہ اہل مکہ خود انجام دیتے ہیں اور اس کام کو وہ بڑا اعزاز و اکرام تصور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ کسی بڑی شخصیت یا حکمران کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اراکین سلطنت کا یہ جواب سن کر تبع الحمیری کو بہت غصہ آیا اور گرجدار آواز میں بولا: میں ایسے کعبہ کو مسمار کروں گا اور اس کے خدمت گاروں کو تہ تیغ کردوں گا۔ اس نے کعبہ پر فوری اور شدید حملہ کرنے کا حکم دیا۔

اس سے قبل کہ اس کے حکم کی تعمیل ہوتی اچانک تبع الحمیری کے پورے بدن میں شدید درد کی لہر اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم سوکھی لکڑی کی طرح اکڑنے لگا اور وہ مکمل طور پر حرکت کرنے کے قابل نہ رہا۔ شاہ یمن کی اچانک یہ بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر اس کی فوج نے اپنی برہنہ تلواریں میانوں میں رکھ لیں، گھوڑوں کی ہنہناہٹ آہستہ آہستہ مدہم پڑتی گئی اور ماہر تیر اندازوں نے اپنے نوکیلے تیر دوبارہ ترکشوں کے اندر رکھ لئے۔ پوری فوج پر سکتہ اور سارے ماحول پر ایک ماتمی سناٹا طاری ہوگیا۔

الحمیری کا درد میں مبتلا جسم ایک بے حس و حرکت لاش کی طرح پڑا تھا اور ہر کوئی اس سوچ و فکر میں گم تھا کہ اب کیا ہوگا؟ جوں جوں گھڑیاں گزرتی جارہی تھیں، تشویش و غم کا مہیب دائرہ پھیلتا جارہا تھا۔ کافی دنوں تک یہ حمیری لشکر شہر مکہ میں یونہی بیکار پڑا رہا۔ الحمیری کا سارا جنگی منصوبہ گویا دم توڑتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ لشکر میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ مشیران شاہی نے یہ فیصلہ کیا کہ شاہ یمن کے علاج کے لئے کسی حاذق اور ماہر حکیم کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ کافی تگ و دو کے بعد کئی اطباء کو بلایا گیا مگر

مریض کی حالت دیکھ کر ہر حکیم نے معذوری کا اظہار کیا۔ بے امیدی کی فضا اور گہری ہوتی گئی، جملہ اطباء کی رائے میں شاہ یمن کی بیماری عقل وفہم سے باہر تھی۔ بعض کے مطابق یہ عارضہ جسمانی نہیں بلکہ آسمانی ہے اور اس کا علاج صرف وحدہ لاشریک کے پاس ہے۔

جب ہر طرف سے ناامیدی کے بادل چھانے لگے تو اچانک ایک دن کسی صاحب بصیرت حکیم نے چپکے سے آکر تبع الحمیر ی کے کان میں کہا: اے شاہ یمن! میں اس بیماری کا علاج صرف اس شرط پر کروں گا کہ جو میں آپ سے پوچھوں اس کا سچ سچ جواب دینا۔ اگر ذرا بھی غلط بیانی سے کام لیا تو یاد رکھیں یہ مہلک اور خطرناک مرض جلد آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے والا ہے۔ بادشاہ کو طبیب کی یہ بات سن کر امید کی ایک روشن کرن دکھائی دی، چنانچہ اس نے حق کہنے کا وعدہ کرلیا۔

حکیم نے جو سوالات پوچھے، شاہ الحمیر ی نے ان کا صحیح جواب دیا۔ دوران گفتگو جونہی تبع الحمیر ی نے حکیم کو خانہ کعبہ پر حملہ اور مکہ مکرمہ کو نیست ونابود کرنے کی بات بتائی تو حکیم ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں کہا: بس کریں شاہ یمن، بس کریں۔۔۔ آگے مت بڑھیں۔۔۔ یہی وہ اصل وجہ ہے جس نے آپ کو بیماری کے اس عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے۔۔۔ اس کا علاج صرف یہی ہے کہ فوراً اس مذموم خیال اور شیطانی ارادے کو اپنے دل ودماغ سے خارج کریں اور مالک کائنات سے معافی طلب کریں۔۔۔ شاید آپ نہیں جانتے کہ اس عظیم گھر ''بیت اللہ'' کا مالک، مالکِ کُل ہے، جو حیات وممات، صحت و علالت کا مالک ہے، وہ خود ہی اپنے اس گھر کا محافظ ہے۔ آج تک جس نے بھی اسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ ہو گیا۔

شاہ یمن یاد رکھیں! آپ بھی ایک ایسے ہی جرم اور گناہ میں مبتلا ہو کر اس بیماری کا شکار بن

گئے ہیں۔ حکیم کی یہ لرزہ خیز اور بصیرت افروز باتیں سن کر الحمیری کے لاغر و ساکت بدن میں جیسے برقی لہر دوڑ گئی، اس کا رگ وریشہ کانپنے لگا، چہرہ پر ندامت و شرمندگی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ بلا تاخیر اس نے اسی حالت میں ارحم الراحمین سے صدقِ دل سے معافی طلب کی اور اپنے ارادہ کو دل سے نکالا۔ جونہی اس نے ارادہ ترک کیا، رب ذی الجلال کی رحمت خاص سے الحمیری کو صحت نصیب ہوئی۔

کعبۃ اللہ پر پہلا غلاف

صحت یابی کے فوراً بعد اس نے خود کو پاک صاف کر کے بیت اللہ کا طواف کیا اور تمام اہل شہر کو چند دنوں کے بعد ایک عظیم الشان شاہی ضیافت میں مدعو کیا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر تبع الحمیری نے اپنی عجز و نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے ایک نہایت قیمتی، دیدہ زیب، مرصع و منقش خوبصورت غلاف تیار کرا کر کعبہ پر چڑھایا۔ اس موقع پر بیت اللہ کی عمارت کو نہایت دلکش انداز میں سجایا گیا۔ الحمیری نے اظہار تشکر کے طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظیمہ میں ہزاروں درہم و دینار کا نذرانہ پیش کیا، انہیں غرباء میں تقسیم کیا اور کئی اونٹوں کی قربانی بھی دی۔

(ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، (مکہ پر حملہ)، 24:1) (ازرقی، اخبار مکۃ، 134:1)

مکمل شفاء پانے کے بعد شاہ یمن کا جارحانہ مزاج بہت حد تک معتدل ہو گیا۔ تاہم اس نے اپنے جنگی مشن کو جاری رکھا اور مکہ سے روانہ ہو کر کئی علاقوں کو زیر تسلط کیا۔ بالآخر جب شہر یثرب پہنچا تو اہل یثرب نے دفاعی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے خود کو محفوظ پناہ گاہوں میں محصور کر لیا۔ یہ صورت حال کئی ماہ تک بدستور قائم رہی مگر کوئی خاطر خواہ اور موثر نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

اسلام کا مدینہ منورہ میں پھیلنا

انصار گو بت پرست تھے مگر یہودیوں کے میل جول سے اتنا جانتے تھے کہ نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے اور مدینہ کے یہودی اکثر انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کو دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کے وقت ہم ان کے لشکر میں شامل ہو کر تم بت پرستوں کو دنیا سے نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ اس لئے نبی آخر الزمان کی تشریف آوری کا یہود اور انصار دونوں کو انتظار تھا۔

۱۱ نبوی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معمول کے مطابق حج میں آنے والے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے لئے منیٰ کے میدان میں تشریف لے گئے اور قرآنِ مجید کی آیتیں سنا سنا کر لوگوں کے سامنے اسلام پیش فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں عقبہ (گھاٹی) کے پاس جہاں آج "مسجد العقبہ" ہے تشریف فرما تھے کہ قبیلۂ خزرج کے چھ آدمی آپ کے پاس آ گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے ان کا نام و نسب پوچھا۔ پھر قرآن کی چند آیتیں سنا کر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس سے یہ لوگ بے حد متاثر ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر واپسی میں یہ کہنے لگے کہ یہودی جس نبی آخر الزمان کی خوشخبری دیتے رہے ہیں یقیناً وہ نبی یہی ہیں۔ لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی ہم سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کر لیں۔ یہ کہہ کر سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے اور مدینہ جا کر اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ ان چھ خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت عقبہ بن عامر بن نابی۔ (۲) حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ (۳) حضرت عوف بن حارث (۴) حضرت رافع بن مالک (5) حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ (٦) حضرت جابر بن عبداللہ بن ریاب۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (مدارج

النبوۃ ج ۲ ص ۱۵ و زرقانی ج ۱ ص ۳۱۰)

بیعت عقبہ اولیٰ

دوسرے سال سن ۱۲ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام "بیعت عقبہ اولیٰ" ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ احکامِ اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل پسیج گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادتِ ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ "اوس" بھی دامنِ اسلام میں آ گیا۔

اسی سال بقول مشہور ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو بحالت بیداری "معراجِ جسمانی" ہوئی۔ اور اِسی سفر معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ معجزات کے باب میں آئے گا۔

بیعت عقبہ ثانیہ

اس کے ایک سال بعد سن ۱۳ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ "ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔" حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ

چلے جائیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ " تمہارا خون میرا خون ہے " اور یقین کرو " میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔ " (زرقانی علی المواھب ج ۱ ص ۳۱۷ و سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۴۱ تا ۴۴۲)

جب انصار یہ بیعت کر رہے تھے تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا حضرت عباس بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے؟ کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ انصار نے طیش میں آ کر نہایت ہی پر جوش لہجے میں کہا کہ ہاں! ہاں! ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلۂ اوس کے تھے جن کے مبارک نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ (۲) حضرت سعد بن ربیع (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۴) حضرت رافع بن مالک (۵) حضرت براء بن معرور (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو (۷) حضرت سعد بن عبادہ (۸) حضرت منذر بن عمر (۹) حضرت عبادہ بن ثابت۔ یہ نو آدمی قبیلہ خزرج کے ہیں۔ (۱۰) حضرت اُسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت ابو الہیثم بن تیہان۔ یہ تین شخص قبیلۂ اوس کے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (زرقانی علی المواھب ج ۱ ص ۳۱۷)

اس کے بعد یہ تمام حضرات اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ان لوگوں نے ڈانٹ کر مدینہ والوں

سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بیعت کی ہے؟ انصار کے کچھ ساتھیوں نے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔

یہ سن کر قریش واپس چلے گئے مگر جب تفتیش وتحقیقات کے بعد کچھ انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش غیظ وغضب میں آپے سے باہر ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے تعاقب کیا مگر قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکڑ سکے۔ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا مگر جب جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کو پتہ چلا تو ان دونوں نے قریش کو سمجھایا کہ خدا کے لئے سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فوراً چھوڑ دو ورنہ تمہاری ملک شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ یہ سن کر قریش نے حضرت سعد بن عبادہ کو قید سے رہا کر دیا اور وہ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔

(سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۴۹ تا ۴۵۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ کی جانب ہجرت

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں

رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کفار کی مشاورت

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ چنانچہ اس خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دارالندوہ (پنچائت گھر) میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی۔ اور یہ کفار مکہ کا ایسا زبردست نمائندہ اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی بھی ایسا دانشور اور بااثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔

خصوصیت کے ساتھ ابوسفیان، ابوجہل، عتبہ، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابو البختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، اُمیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ تمام سردارانِ قریش اس مجلس میں موجود تھے۔ شیطانِ لعین بھی کمبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آ گیا۔ قریش کے سرداروں نے نام و نسب پوچھا تو بولا کہ میں "شیخ نجد" ہوں اس لئے اس کانفرنس میں آ گیا ہوں کہ میں تمہارے معاملہ میں اپنی رائے بھی پیش کر دوں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے ابلیس کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کر لیا اور کانفرنس کی کارروائی

شروع ہوگئی۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ پیش ہوا تو ابوالبختری نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کوٹھری میں بند کر کے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور ایک سوراخ سے کھانا پانی ان کو دے دیا کرو۔ شیخ مجدی (شیطان) نے کہا کہ یہ رائے اچھی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے ان کو کسی مکان میں قید کر دیا تو یقیناً ان کے جان نثار اصحاب کو اس کی خبر لگ جائے گی اور وہ اپنی جان پر کھیل کر ان کو قید سے چھڑا لیں گے۔

ابوالاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دو تا کہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں۔ اس طرح ہم کو ان کے قرآن پڑھنے اور ان کی تبلیغ اسلام سے نجات مل جائے گی۔ یہ سن کر شیخ مجدی نے بگڑ کر کہا کہ تمہاری اس رائے پر لعنت، کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کلام میں کتنی مٹھاس اور تاثیر و دلکشی ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم لوگ ان کو شہر بدر کر کے چھوڑ دو گے تو یہ پورے ملک عرب میں لوگوں کو قرآن سنا سنا کر تمام قبائل عرب کو اپنا تابع فرمان بنا لیں گے اور پھر اپنے ساتھ ایک عظیم لشکر کو لے کر تم پر ایسی یلغار کر دیں گے کہ تم ان کے مقابلہ سے عاجز و لاچار ہو جاؤ گے اور پھر بجز اس کے کہ تم ان کے غلام بن کر رہو کچھ بنائے نہ بنے گی اس لئے ان کو جلاوطن کرنے کی تو بات ہی مت کرو۔

ابوجہل بولا کہ صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہیے وہ کیا ہے؟ تو ابوجہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالیں۔ اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا۔ ظاہر ہے کہ خاندان

بنو ہاشم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام قبیلوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا یقیناً وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ مل جل کر آسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔ ابوجہل کی یہ خونی تجویز سن کر شیخ نجدی مارے خوشی کے اُچھل پڑا اور کہا کہ بے شک یہ تدبیر بالکل درست ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تمام شرکاء کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہو گئی اور ہر شخص یہ خوفناک عزم لے کر اپنے اپنے گھر چلا گیا۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ

(اے محبوب یاد کیجیے) جس وقت کفار آپ کے بارے میں خفیہ تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں یہ لوگ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی پوشیدہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت

جب کفار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ عین دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی ہو چکی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرما دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان! مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتی کھلا کھلا کر تیار کی تھیں کہ ہجرت کے وقت یہ سواری کے کام آئیں گی۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے ایک اونٹنی آپ قبول فرمالیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبول ہے مگر میں اس کی قیمت دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بادل ناخواستہ فرمان رسالت سے مجبور ہو کر اس کو قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو اس وقت بہت کم عمر تھیں لیکن ان کی بڑی بہن حضرت بی بی اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سامان سفر درست کیا اور توشہ دان میں کھانا رکھ کر اپنی کمر کے پٹکے کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے توشہ دان کو باندھا اور دوسرے سے مشک کا منہ باندھا۔ یہ وہ قابل فخر شرف ہے جس کی بنا پر ان کو "ذات النطاقین" (دو پٹکے والی) کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کافر کو جس کا نام "عبداللہ بن اُریقط" تھا جو راستوں کا ماہر تھا راہ نمائی کے لئے اُجرت پر نوکر رکھا اور ان دونوں اونٹنیوں کو اس کے سپرد کر کے فرمایا کہ تین راتوں کے بعد وہ ان دونوں اونٹنیوں کو لے کر "غار ثور" کے

پاس آجائے۔ یہ سارا انتظام کر لینے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مکان پر تشریف لائے۔ (بخاری ج۱ ص ۵۵۳ تا ۵۵۴ باب ہجرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کاشانۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ناکام محاصرہ

کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق کاشانۂ نبوت کو گھیر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو جائیں تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ اس وقت گھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس صرف علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ کفار مکہ اگرچہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و سامان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سی امانتیں کاشانۂ نبوت میں تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا۔

یہ بڑا ہی خوفناک اور بڑے سخت خطرہ کا موقع تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا کہ کفارِ مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں مگر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ تم قریش کی ساری امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین کامل تھا کہ میں زندہ رہوں گا اور مدینہ پہنچوں گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر جو آج کانٹوں کا بچھونا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر پر صبح تک آرام کے ساتھ میٹھی میٹھی نیند سوتے رہے۔ اپنے اسی کارنامے پر فخر کرتے ہوئے شیر خدا نے اپنے اشعار

میں فرمایا کہ

وَقَیْتُ بِنَفْسِیْ خَیْرَ مَنْ وَّطِئَ الثَّرٰی   وَمَنْ طَافَ بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ وَبِالْحَجَرِ

میں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس ذات گرامی کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کعبہ و حطیم کا طواف کرنے والوں میں سب سے زیادہ بہتر اور بلند مرتبہ ہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ خَافَ اَنْ یَّمْکُرُوْا بِہٖ   فَنَجَّاہُ ذُوالطَّوْلِ الْاِلٰہِ مِنَ الْمَکْرِ

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ تھا کہ کفار مکہ ان کے ساتھ خفیہ چال چل جائیں گے مگر خداوند مہربان نے ان کو کافروں کی خفیہ تدبیر سے بچالیا۔

(زرقانی علی المواہب ج۱ ص ۳۲۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا بستر نبوت پر بے خطر سونا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بستر نبوت پر جان ولایت کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی اور سورہ یسٓ کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے نبوت خانہ سے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔ نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔ ایک دوسرا شخص جو اس مجمع میں موجود نہ تھا اس نے ان لوگوں کو خبر دی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو یہاں سے نکل گئے اور چلتے وقت تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ چنانچہ ان کور بختوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی ان کے سروں پر خاک اور دھول پڑی ہوئی تھی۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کعبۃ اللہ پر نظر محبت

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام "حزورہ" کے

پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ "کعبہ" کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی قرارداد ہو چکی تھی۔ وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار مکہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات "غارِ ثور" پہنچے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا۔ سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا مگر حضرت صدیق جاں نثار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خوابِ راحت میں خلل نہ پڑ جائے مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرورِ کائنات کے رخسار پر نثار ہو گئے۔ جس سے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے پوچھا ابوبکر! کیا ہوا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زخم پر

اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین رات اس غار میں رونق افروز رہے۔

جبل ثور اور خاندان صدیق اکبر کی جانثاری

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوان فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ رات کو غار کے منہ پر سوتے اور صبح سویرے ہی مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا تدبیریں کر رہے ہیں؟ جو کچھ خبر ملتی شام کو آ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر دیتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ رات گئے چراگاہ سے بکریاں لے کر غار کے پاس آ جاتے اور ان بکریوں کا دودھ دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے یار غار پی لیتے تھے۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۳۹)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو غار ثور میں تشریف فرما ہو گئے۔ اُدھر کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کرنے والے کفار جب صبح کو مکان میں داخل ہوئے تو بستر نبوت پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ظالموں نے تھوڑی دیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھ گچھ کر کے آپ کو چھوڑ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش و جستجو میں مکہ اور اطراف و جوانب کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر اس وقت خداوندی حفاظت کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار قریش آپس میں کہنے لگے کہ اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ گھبرائے اور عرض کیا کہ یا

رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آگئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا مت گھبراؤ! خدا ہمارے ساتھ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر سکون و اطمینان کا ایسا سکینہ اُتار دیا کہ وہ بالکل ہی بے خوف ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی وہ جاں نثاریاں ہیں جن کو دربار نبوت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب کہا ہے کہ

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِہٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

اور دو میں کے دوسرے (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب کہ پہاڑ پر چڑھ کر بلند مرتبہ غار میں اس حال میں تھے کہ دشمن ان کے اردگرد چکر لگا رہا تھا۔

وَكَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللہِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْخَلَائِقِ لَمْ یَعْدِلْ بِہٖ بَدَلَا

اور وہ (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ تمام مخلوق اس بات کو جانتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علہہ وسلم نے کسی کو بھی ان کے برابر نہں ت ٹھہرایا ہے (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۳۷)

بہر حال چوتھے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکم ربیع الاول دوشنبہ کے دن غار ثور سے باہر تشریف لائے۔ عبداللہ بن اریقط جس کو رہنمائی کے لئے کرایہ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوکر رکھ لیا تھا وہ قرارداد کے مطابق دو اونٹنیاں لے کر غار ثور پر حاضر تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور ایک اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے اور عبداللہ بن اُریقط آگے آگے پیدل

چلنے لگا اور عام راستہ سے ہٹ کر ساحل سمندر کے غیر معروف راستوں سے سفر شروع کر دیا۔

سواونٹوں کا انعام اور سراقہ

اُدھر اہل مکہ نے اشتہار دے دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام ملے گا۔ اس گراں قدر انعام کے لالچ میں بہت سے لالچی لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش شروع کر دی اور کچھ لوگ تو منزلوں دور تک تعاقب میں گئے۔

سراقہ کا گھوڑا

جب اُم معبد کے گھر سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے تو مکہ کا ایک مشہور شہسوار سراقہ بن مالک بن جعشم تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کرتا نظر آیا۔ قریب پہنچ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا مگر سو اونٹوں کا انعام کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ انعام کے لالچ نے اسے دوبارہ اُبھارا اور وہ حملہ کی نیت سے آگے بڑھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے پتھریلی زمین میں اس کے گھوڑے کا پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ یہ معجزہ دیکھ کر خوف و دہشت سے کانپنے لگا اور امان! امان! پکارنے لگا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل رحم و کرم کا سمندر تھا۔ سراقہ کی لاچاری اور گریہ زاری پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ دعا فرما دی تو زمین نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد سراقہ نے عرض کیا کہ مجھ کو امن کا پروانہ لکھ دیجیے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سراقہ کے لئے امن کی تحریر لکھ دی۔ سراقہ نے اس تحریر کو

اپنے ترکش میں رکھ لیا اور واپس لوٹ گیا۔ راستہ میں جو شخص بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کرتا تو سراقہ اس کو یہ کہہ کر لوٹا دیتے کہ میں نے بڑی دور تک بہت زیادہ تلاش کیا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرف نہیں ہیں۔ واپس لوٹتے ہوئے سراقہ نے کچھ سامان سفر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور نذرانہ کے پیش کیا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی ج ا ص ۵۵۴ و زرقانی ج ا ص ۳۴۶ و مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲)

سراقہ اس وقت تو مسلمان نہیں ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت نبوت اور اسلام کی صداقت کا سکہ ان کے دل پر بیٹھ گیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ اور جنگ طائف وحنین سے فارغ ہو کر "جعرانہ" میں پڑاؤ کیا تو سراقہ اسی پروانہ امن کو لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو گئے اور اپنے قبیلہ کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۵ و مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲)

واضح رہے کہ یہ وہی سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب سے غیب کی خبر دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اے سراقہ! تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ کو ملک فارس کے بادشاہ کسریٰ کے دونوں کنگن پہنائے جائیں گے؟ اس ارشاد کے برسوں بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن دربار خلافت میں لائے گئے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی تصدیق و تحقیق کے لئے وہ کنگن حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنا دیئے اور فرمایا کہ اے سراقہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے جس نے ان

کنگنوں کو بادشاہ فارس کسریٰ سے چھین کر سراقہ بدوی کو پہنا دیا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۴ھ میں وفات پائی۔ جب کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر رونق افروز تھے۔ (زرقانی علی المواہب ج ا ص ۲۴۶ و ص ۳۴۸)

اُمِ معبد کی خشک بکری کا دودھ دینا

دوسرے روز مقامِ قدید میں اُمِ معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے مکان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ اُمِ معبد ایک ضعیفہ عورت تھی جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھی رہا کرتی تھی اور مسافروں کو کھانا پانی دیا کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے کچھ کھانا خریدنے کا قصد کیا مگر اس کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے خیمہ کے ایک جانب ایک بہت ہی لاغر بکری ہے۔ دریافت فرمایا کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُمِ معبد نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس کا دودھ دوہ لوں۔ اُمِ معبد نے اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "بسم اللہ" پڑھ کر جو اس کے تھن کو ہاتھ لگایا تو اس کا تھن دودھ سے بھر گیا اور اتنا دودھ نکلا کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور اُمِ معبد کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر ام معبد اور ان کے خاوند دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۱)

روایت ہے کہ اُمِ معبد کی یہ بکری ۱۸ھ تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب "عام الرماد" کا سخت قحط پڑا کہ تمام جانوروں کے تھنوں کا دودھ خشک ہو گیا اس وقت بھی یہ بکری صبح و شام برابر دودھ دیتی رہی۔ (زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۴۶)

بریدہ اسلمی کا جھنڈا

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو "بریدہ اسلمی" قبیلہ بنی سہم کے ستر سواروں کو ساتھ لے کر اس لالچ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے آئے کہ قریش سے ایک سو اونٹ انعام مل جائے گا۔ مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔ جمال وجلال نبوت کا ان کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً ہی کلمہ شہادت پڑھ کر دامن اسلام میں آ گئے اور کمال عقیدت سے یہ درخواست پیش کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری تمنا ہے کہ مدینہ میں حضور کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے، یہ کہا اور اپنا عمامہ سر سے اتار کر اپنے نیزہ پر باندھ لیا اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمبردار بن کر مدینہ تک آگے آگے چلتے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مدینہ میں کہاں اتریں گے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲)

حضرت زبیر کے بیش قیمت کپڑے

اس سفر میں حسن اتفاق سے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں۔ یہ ملک شام سے تجارت کا سامان لے کر آ رہے تھے۔ انہوں نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں چند نفیس کپڑے بطور نذرانہ کے پیش کیے جن کو تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمالیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳)

محبوب دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خبر چونکہ مدینہ میں پہلے سے پہنچ چکی تھی اور عورتوں بچوں تک کی زبانوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا تھا۔ اس لئے اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لئے انتہائی مشتاق و بے قرار تھے۔ روزانہ صبح سے نکل نکل کر شہر کے باہر سراپا انتظار بن کر استقبال کے لئے تیار رہتے تھے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک دن اپنے معمول کے مطابق اہل مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ دیکھ کر واپس جا چکے تھے کہ ناگہاں ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری مدینہ کے قریب آن پہنچی ہے۔ اس نے بہ آواز بلند پکارا کہ اے مدینہ والو! لو تم جس کا روزانہ انتظار کرتے تھے وہ کاروانِ رحمت آگیا۔ یہ سن کر تمام انصار بدن پر ہتھیار سجا کر اور وجد و شادمانی سے بے قرار ہو کر دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور نعرہ تکبیر کی آوازوں سے تمام شہر گونج اُٹھا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳ وغیرہ)

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جہاں آج "مسجد قبا" بنی ہوئی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے اور قبیلۂ عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ اہل خاندان نے اس فخر و شرف پر کہ دونوں عالم کے میزبان ان کے مہمان بنے اللہ اکبر کا پر جوش نعرہ مارا۔ چاروں طرف سے انصار جوشِ مسرت میں آتے اور بارگاہ رسالت میں صلاۃ

وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے وہ لوگ بھی اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حکم نبوی کے مطابق قریش کی امانتیں واپس لوٹا کر تیسرے دن مکہ سے چل پڑے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا اور حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے خاندان والے ان تمام مقدس مہمانوں کی مہمان نوازی میں دن رات مصروف رہنے لگے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳ و بخاری)

اللہ اکبر! عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسید الاولیاء اور صالحین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نورانی اجتماع سے ایسا سماں بندھ گیا ہوگا کہ غالباً چاند، سورج اور ستارے حیرت کے ساتھ اس مجمع کو دیکھ کر زبانِ حال سے کہتے ہوں گے کہ یہ فیصلہ مشکل ہے کہ آج انجمن آسمان زیادہ روشن ہے یا حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان؟ اور شاید خاندان عمرو بن عوف کا بچہ بچہ جوشِ مسرت سے مسکرا مسکرا کر زبانِ حال سے یہ نغمہ گاتا ہوگا کہ

اُن کے قدم پہ میں نثار جن کے قدوم ناز نے اُجڑے ہوئے دیار کو رشک چمن بنا دیا

میلاد مصطفیٰ کی برکات

جن کے تلوے کا دھووَن ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی ﷺ

ماہ ربیع الاول امت مسلمہ کے لیے خاص اہمیت کا حامل مہینہ ہے کیونکہ اس مہینے نبی آخر الزماں ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی، جو انسان کامل، ہادی عالم اور وجہ تخلیق کائنات ہیں، ربیع الاول امت مسلمہ کے لیے کلیدی اہمیت کا حامل مہینہ ہے، اس ماہ

مبارک میں ہی حضور انور سرور کونین حضرت محمد ﷺ کو دنیا کو اندھیروں سے نکالنے کیلئے بھیجا گیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری دنیا کے لئے نمونہ بن کر آئے، وہ ہر شعبے میں اس اوج کمال پر فائز ہیں کہ ان جیسا کوئی تھا اور نہ ہی آئندہ آئے گا۔

عید میلاد النبی ایک تہوار یا خوشی کا دن ہے جو دنیا بھر میں مسلمان مناتے ہیں، یہ دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی مناسبت سے منایا جاتا ہے۔ یہ ربیع الاول کے مہینے میں آتا ہے جو اسلامی تقویم کے لحاظ سے تیسرا مہینہ ہے۔ ویسے تو میلاد النبی اور محافلِ نعت کا انعقاد پورا سال ہی جاری رہتا ہے لیکن خصوصاً ماہِ ربیع الاول میں عید میلاد النبی ﷺ کا تہوار پوری مذہبی عقیدت اور احترام سے منایا جاتا ہے۔

یکم ربیع الاول سے ہی مساجد اور دیگر مقامات پر میلاد النبی اور نعت خوانی (مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محافل شروع ہو جاتی ہیں جن علماء کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، آپ کی ذات مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح مختلف شعراء اور ثناء خوانِ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نعتیہ گلہائے عقیدت اور درود وسلام پیش کرتے ہیں۔

بارہ ربیع الاول کو تمام اسلامی ممالک میں سرکاری طور پر عام تعطیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، کوریا، جاپان اور دیگر غیر اسلامی ممالک میں بھی مسلمان کثرت سے میلاد النبی اور نعت خوانی کی محافل منعقد کرتے ہیں۔

قرآن کی روشنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا، (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ)۔ (ابراھیم، 5) امام المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کے نزدیک ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں۔ جن میں رب تعالیٰ کی کسی نعمت کا نزول ہوا ہو۔ ان ایام میں سب سے

بڑی نعمت کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ومعراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے)۔ (تفسیر خزائن العرفان)۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں، (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق سے مغرب تک ساری کائنات روشن ہوگئی)۔ مسلمان تو عید میلاد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں اپنے گھروں اور مساجد پر چراغاں کرتے ہیں، خالق کائنات نے نہ صرف ساری کائنات میں چراغاں کیا بلکہ آسمان کے ستاروں کو فانوس اور قمقمے بنا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں، (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی، میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے روشن ہو گیا۔ اور ستارے زمین کے اتنے قریب آگئے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں)۔

جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخی خوشی میں مسرت وشادمانی کا اظہار ہے اور یہ ایسا مبارک عمل ہے جس سے ابولہب جیسے کافر کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر ابولہب جیسے کافر کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں ہر پیر کو عذاب میں تخفیف نصیب ہو سکتی ہے۔ تو اُس مومن مسلمان کی سعادت کا کیا ٹھکانا ہوگا جس کی زندگی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشیاں منانے میں بسر ہوتی ہو۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اپنے یومِ ولادت کی تعظیم فرماتے اور اِس کائنات میں اپنے ظہور وجود پر سپاس گزار ہوتے ہوئے پیر کے دن روزہ رکھتے

تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے یوم ولادت کی تعظیم وتکریم فرماتے ہوئے تحدیثِ نعمت کا شکر بجالانا حکم خداوندی تھا کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وجودِ مسعود کے تصدق وتوسل سے ہر وجود کو سعادت ملی ہے۔

جشنِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مسلمانوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام جیسے اَہم فرائض کی رغبت دلاتا ہے اور قلب ونظر میں ذوق وشوق کی فضاء ہموار کرتا ہے، صلوۃ وسلام بذات خود شریعت میں بے پناہ نوازشات و برکات کا باعث ہے۔اس لیے جمہور اُمت نے میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِنعقاد مستحسن سمجھا۔

سیرتِ طیبہ کی اَہمیت اُجاگر کرنے اور جذبہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فروغ کے لیے محفلِ میلاد کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔اِسی لیے جشنِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فضائل، شمائل، خصائل اور معجزاتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ اور اُسوۂ حسنہ کا بیان ہوتا ہے۔

خیر البشر کی ذات اقدس اس کائنات کے لئے باعث رحمت تو ہے ہی لیکن انہیں ہر شعبے میں وہ معراج حاصل ہے، جس کی مثال ہی نہیں ملتی، عالم دین حضور پاک کی زندگی کا احاطہ کرنا تو انسان کے لئے شاید ممکن نہ ہو لیکن ہر شعبہ ہائے زندگی میں وہ عام انسان کے لئے بہترین عملی نمونہ نظر آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم ونور کی ایسی شمعیں روشن کیں جس نے عرب جیسے علم و تہذیب سے عاری معاشرے میں جہالت کے اندھیروں کو ختم کر کے اسے دنیا کا تہذیب یافتہ معاشرہ بنا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں امن، اخوت، بھائی چارہ، یکجہتی اور ایک دوسرے کو برداشت کا درس دیا۔

جہاں ایک طرف اس ماہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا جشن مناتے ہیں وہیں ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں تبھی ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کر سکتے ہیں، آج کے اس پرفتن دور میں اگر ہم اپنے انفرادی اور اجتماعی مسائل کو بھول کر ملت اسلامیہ کے عظیم مفاد میں اکھٹے ہو جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو اپنے لیے مشعل راہ بنالیں تو گھر کی دہلیز سے ریاست اور عالم اسلام کی مضبوطی تک تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پیر صاحب علیہ الرحمۃ کی مایہ ناز تصانیف

اقامۃ الصلوۃ قیمت:250روپے

مسلمانوں کی موجودہ حالتِ زار کا باعث فقط مادہ پرستی ہے۔آج کا نوجوان دینِ اسلام سے ناواقف ہے۔اگر ان کو دین کی تعلیمات سائنٹیفک اور دلچسپ انداز میں صحیح طریقے سے بتائی جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ نماز کی طرف راغب نہ ہوسکیں۔اللہ تعالیٰ پر یقین کے قرآنی، مشاہداتی اور عقلی دلائل، انسان کی تخلیق کی غرض غایت، عبادت گزاروں کو ملنے والے امتیازات نیز اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے جیسے اہم موضوعات پر قلم کشائی کی گئی ہے۔

بیعت کی تشکیل اور تربیت قیمت:250روپے

جواز بیعت، اُس کی اہمیت اور تصوف کے احوال واشغال پر مختلف زاویوں سے مختصر مگر مدلل گفتگو اس کتاب کی انفرادیت ہے۔مصنف کی یہ تحریر اُن کے سات روحانی درسوں سے اقتباس ہے۔ راہِ طریقت کے مسافروں کے علمی، اخلاقی اور روحانی معیار کو مطلوبہ سطح تک لانے کے لئے نہایت موزوں ہے۔کامیاب زندگی کے آزمودہ نسخے، ذکر کے روحانی کمالات اور تقدیر کے بدلنے کا طریقہ کار اس کتاب میں دلچسپ انداز میں رقم کیا گیا ہے۔

رابطۂ شیخ قیمت350روپے

مقاماتِ سلوک کو طے کرنے کے لئے جہاں طالب کے ظرف کا معیار ضروری ہے وہاں شیخ سے ربط کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔اس راہ پر کامیاب ہونے کے لیے راہبر کی طرف سے حاصل ہونے والے تصرفات اور توجہ سالک کے لئے انتہائی اہم ہیں۔رابطہ کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اس کی اہمیت؟ ربط کیسے قائم کیا جاتا ہے؟ رابطۂ شیخ سے قربِ الٰہی کیسے ممکن ہے؟ کشف، الہام اور کشف القبور کیسے کیا جاتا ہے؟ ان سب سوالوں کا تسلی بخش جواب اس کتاب میں موجود ہے۔

جنید و بایزید قیمت:600روپے

کثرتِ مال اور حصول جاہ ومنصب کی طلب نے مسلمانوں کو دین کی دولت سے محروم کر دیا ہے۔ایسے میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرامؒ کی زندگیاں ہماری تربیت کے لئے مشعل راہ کی حیثیت

رکھتی ہیں۔اس کتاب میں حضرت جنیدؒ و بایزیدؒ کی حیاتِ مبارکہ کو خاطر خواہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ طریقت کی راہ کے سالکین کے لئے اس کتاب میں جنیدؒ و بایزیدؒ کی پُرکیف زندگیوں، مقالات، روحانی مدراج اور بلند پرواز احوال ایک نصاب کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

قیمت: 350 روپے

شاہین کا جہاں اور

شاہین ایک نہایت دلیر شکاری پرندہ ہے جو بلند پروازی اور خودداری کی علامت ہے۔اس میں مردِ حر کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔علامہ اقبالؒ نے اس کی قلندرانہ خوبیوں کے باعث یہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے بچوں کو شاہین کے بال و پَر دے۔شاہین اور کرگس دونوں کی ایک ہی فضا میں پرواز ہونے کے باوجود ان دونوں کے جہانوں میں اتنا بڑا فرق ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کتاب میں مصنف نے اس سوال کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔

قیمت: 600 روپے

سُنت مبارکہ

سیرت مصطفوی ﷺ کی پیروی ہی سرچشمہ ایمان ہے۔اس کتاب میں مولف نے پابندی سنت کی عظمت انتہائی دلنشین پیرائے میں بیان کی ہے۔مصنف کا پر اثر روحانی اسلوب بیان قاری کے قلب پر گہرے نقوش ثبت کرتا ہے۔آئمہ کرام کے اقوال اور احوال قاری کے لئے نہ صرف دلچسپی کا باعث بلکہ ان کی زندگیوں میں مثبت تغیر پیدا کرتے ہیں۔ بدعت کیا ہے، جدید سائنس نے سنت کو کیا اہمیت دی ہے اور دیگر بہت سے سوالات کے جوابات اس کتاب میں پائیں گے۔

قیمت: 1000 روپے

اسلام و روحانیت اور فکرِ اقبال

اس کتاب میں میں جہاں سالکانِ طریقت کی تربیت کا اہم فریضہ ادا کیا گیا ہے وہاں مخالفان راہ سلوک کے شکوک کا قرآن و احادیث اور بزرگانِ دین کے اقوال و احوال کی روشنی میں احسن انداز میں ازالہ کیا گیا ہے۔اس کتاب میں فقر و درویشی، حکمت و معرفت، مراتبِ ولایت اور مقامِ آدم جیسے مضامین کا بغور جائزہ لیا گیا ہے۔طریقت کی اصلاحات سے طبقات السمٰوات تک کے تمام علوم یکجا کر دیے گئے ہیں۔علامہ اقبالؒ اور مولانا رومیؒ کے اشعار اس کتاب کی زینت ہیں۔

قیمت: 500 روپے

سوز و ساز رومی

مؤلف نے مثنوی مولانا رومؒ کی برس ہا برس کی عرق ریزی کے بعد ایسے منتخب اشعار کی تشریح

شامل کی ہے جو زبان زد عام ہیں۔ قارئین کے لیے مولانا رومؒ کی بیان کردہ انسانی زندگی میں کام آنے والی عشق کی کارفرمائیاں اور اُس کے وہ خوبصورت پہلو جس سے انسان اپنی زندگی میں گوناں گوں کامیابیاں حاصل کرتا ہے یکجا کردی گئیں ہیں۔ اُنہی کے لئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ مولاناؒ ایک مرشد روشن ضمیر اور کاروانِ عشق و مستی کے امیر ہیں، اُن کو رفیق راہ بناؤ وہ جدھر تمہیں لے جائیں اُدھر جاؤ۔

نشانِ منزل قیمت:200روپے

مسلمانوں کی آج کی حالتِ زار ان کی اسلام سے دوری کے سبب ہے۔اس دوری کی متفرق وجوہات پیش کرتے ہوئے مولف کی قرآن وحدیث کی رو سے حل تلاش کرنے کی سعی قابلِ تحسین ہے۔ مصنف نے مسلمانوں کی بے عملی میں حائل چھ نکات رقم کئے ہیں۔ایمان کی تقویت کے لئے قرآنی، عقلی، سائنسی اور مشاہداتی دلائل اس طرح پیش کیے گئے ہیں کہ قارئین کے دل دین اسلام کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ پابندی صوم وصلوٰۃ کے خواہشمند حضرات کے لئے یہ ایک موزوں ہے۔

حسنِ نماز قیمت:800روپے

اس کتاب میں مسلمانوں کو اسلام کے بنیادی رکن نماز کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے بعد وہ عناصر بیان کئے گئے ہیں جن کی بنیاد پر سالک اپنی نماز کو معراج کی منزل تک لے جا سکتا ہے۔مصنف نے قارئین کو نماز کے اغراض و مقاصد کے علم کے ساتھ ساتھ نماز کے معارف، فضائل اور دیگر روحانی پہلوؤں سے آگاہ کیا ہے۔ متلاشیانِ حق، نماز کے آداب باطنی اور ظاہری کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اس کتاب سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

مجلس اقبال قیمت:1000روپے

اس کتاب کی مدد سے علامہ اقبالؒ کے کسی بھی فارسی شعر کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔(بحوالہ کلیاتِ اقبال مرتبہ غلام علی اینڈ سنز) یہ کتاب طلباء، علماء اور محققین کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ تفہیم اشاریہ کے لئے نکات، فارسی سمجھنے کے آسان طریقے، فارسی زبان کی چند گردانیں اور فارسی زبان کے الفاظ کا ذخیرہ اس کتاب میں قارئین کی سہولت کے لئے ڈال دیئے گئے ہیں۔

تھذیب نفس: قیمت:600روپے

انسان نفس و روح کا مرکب ہے۔روح منبع خیر اور نفس منبع شر ہے۔اس کتاب میں فاضل

مصنف نے حقیقت انسان پر روشنی ڈالتے ہوئے نفس کا مفہوم، اہمیت، اقسام و مدارج، قلب، عقل اور روح پر اس کے اثرات اور حقوقِ نفس پر عالمانہ و محققانہ بحث کی ہے۔ آفاتِ نفس اور اس کے باریک خطرات سے قارئین کو مطلع کرنے کے بعد نفس کے علاج پر قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ و اولیاء کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ جسے پڑھ کر نہ صرف تنقیح مسئلہ ہوتا بلکہ اصلاحِ ذات کا داعیہ بھی بیدار ہوتا ہے۔

ثنائے خواجہ:

حضرت خواجہ پیر عبداللطیف خان نقشبندیؒ جہاں بے پناہ نثری علمی کام کیا ہے وہاں آپ نے شاعری کا ذوق لطیف بھی خوب پایا ہے جس کا عکس تمام کتابوں واضح ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں مختلف مواقع پر جو کلام ارشاد فرمایا جس میں محامد، نعتیں، منقبتیں اور بالخصوص احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قومی بیداری کے غرض سے جو نظمیں لکھی، اُنہیں ثنائے خواجہ کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔ آپ نے اردو اور فارسی، دونوں زبانوں میں طبع آزمائی فرمائی ہے اور وہ سب ااس کتاب کا حصہ ہیں۔

مکتوبات لطیف:

''مکتوباتِ لطیف'' جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آپ کے اپنے محبین، معتقدین اور مریدین کو مختلف مواقع پر لکھے گئے خطوط ہیں۔ آپ کے مکتوبات بھی آپ کی عالمانہ، محققانہ شان کو ظاہر کرتے ہیں۔ مکتوبات کے مطالعہ سے آپ کا اپنی ساتھیوں کی اصلاح کا مخلصانہ جذبہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مکتوبات جہاں قارئین کے لیے روحانی فیض کا سبب بنیں گے وہاں پیر صاحبؒ کے خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

پیر صاحب علیہ الرحمۃ کی زیر طبع تصانیف

متعلقاتِ زوجین	مسئلہ تقدیر	اکتساب رزق وانفاق	سرمایۂ ملت
مسلکِ اولیائے اُمت	متاعِ اخلاق	عقل، عشق اور جنون	تعلیماتِ اقبال

نشان منزل پبلیکیشنز کی دیگر مایہ ناز کتب

۱) قرآن سولہ لائن

۲) کنز الایمان : ترجمہ اعلحضرت بریلویؒ

۳) موطا امام محمد: مترجم، علامہ محمد منشا تابش قصوری

۴) سنن الترمذی: مترجم، علامہ محمد منشا تابش قصوری

۵) کشف المحجوب: مترجم، نشانِ منزل ریسرچ سنٹر

۶) تذکرۃ الاولیاء: مترجم، نشانِ منزل ریسرچ سنٹر

پیر عبداللطیف خان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
سابق ڈائریکٹر محکمہ موسمیات

کی قرآن وحدیث اور آثارِ صالحین کی روشنی میں لکھی گئی معیاری کتب جن میں علامہ اقبال اور مولانا روم کے کلام کو یکجا کر کے امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا روحانی اسلوب میں حل پیش کیا گیا ہے۔

اوراق: 932 قیمت :-/800 روپے
نماز کی اہمیت، اغراض و مقاصد، فضائل اور دیگر روحانی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد حقیقتِ نماز یعنی معراج اور معرفتِ حقیقی تک رسائی کی راہوں کو عیاں کیا گیا ہے۔ آداب باطنی اور ظاہری تقاضوں کو پورا کرنے میں معاون کتاب۔

اوراق: 586 قیمت:-/600 روپے
حقیقت انسان، نفس کا مفہوم، اہمیت، اقسام و مدارج، قلب، عقل اور روح پر نفس کے اثرات اور حقوقِ نفس، آفات، نفس اور اس کے باریک خطرات کے بعد اس کی تہذیب اور تزکیہ کی راہوں کو بیان کیا ہے۔

اوراق: 608 قیمت: -/600 روپے
عوام کی فہم کے مطابق سنت، اسوہ حسنہ، اطاعت، اتباع اور محبتِ رسول ﷺ سے لے کر حجیت واصولِ حدیث (اقسام، تاریخ، سند ومتن) منکرین حدیث وسنت کے جوابات اور بدعت اور اس کی اقسام تک کے مضامین شامل ہیں۔

اوراق: 752 قیمت:-/600 روپے
حضرات جنیدؒ و بایزیدؒ کی پر کیف زندگیوں، مقالات، روحانی مدارج اور بلند پرواز احوال جو قارئین پر دوررس روحانی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ مصنف کے مخصوص انداز میں لکھی گئی انتہائی دلچسپ تصنیف۔

اوراق : 416 قیمت:-/350 روپے
رابطہ شیخ کی ضرورت، اہمیت، تصورِ شیخ، توجہ شیخ اور روحانی تصرفات بیان کرنے کے بعد دیدار الٰہی کی تمنا سے وصل الی اللہ تک رسائی کے طریقوں کو بیان کرنے کی کاوش فرمائی۔

اوراق: 272 قیمت: -/250 روپے
قرآن وحدیث کی روشنی میں بیعت وتصوف کی ضرورت و اہمیت کے مختلف زاویوں کو آشکار کرنے والی ایسی کتاب جس میں ضروری اصطلاحاتِ تصوف شامل کر دیں گئی ہیں۔ راہِ طریقت پر چلنے والوں کے لئے نصاب کی سی حیثیت رکھتی ہے۔

اوراق: 579 قیمت: 450 روپے
مثنوی مولانا رومؒ کی برس ہا برس کی عرق ریزی کے بعد ایسے منتخب اشعار کی تشریح شامل کی ہے جو عشق ومستی سے لبریز اور زبان زد عام ہیں۔ مولاناؒ کو ایک مرشد روشن ضمیر کے طور پر پیش کر کے انہیں رفیق راہ بنانے کا سبق دیا۔

اوراق: 408 قیمت: -/350 روپے
اپنی زندگی سنوارنے کے خواہشمند حضرات کے لیے دل کے معارف، اسرار و رموز، حضورِ قلب اور خشوع وخضوع کے حصول کے لئے مصنف کی دلنواز تصنیف جس میں مولانا رومؒ اور علامہ اقبالؒ کے کلام کا اس موضوع پر بخوبی احاطہ کیا گیا ہے

اوراق: 260 قیمت: 250 روپے (نیشنل بک فاؤنڈیشن)
اللہ تعالیٰ پر یقین کے دلائل، انسان کی تخلیق کی غرض وغایت، عبادت گزاروں کو ملنے والے امتیازات نیز اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے جیسے اہم موضوعات پر قلم کشائی کی گئی ہے۔ بے نمازیوں کو پابندِ نماز بنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اوراق: 313 قیمت : -/200 روپے
ایمان کی تقویت کیلئے قرآنی، عقلی، سائنسی اور مشاہداتی دلائل اس طرح پیش کئے گئے ہیں کہ قاری کے لئے عمل میں حائل مشکلات کو رفع کرنا آسان ہو جائے۔ یہ مصنف کی شائع ہونے والی پہلی کتاب جو آج ہر گھر کی ضرورت ہے۔

اوراق: 1211 قیمت: -/1000 روپے
تصوف کی اصطلاحات واحوال اور روحانیت کے ۵۱ ابواب جن میں فقر و درویشی، رموز قلندری، طبقات سمٰوٰت اور حکمت و معرفتِ الٰہی جیسے موضوعات کو قرآن واحادیث واقوال صالحین اور اقبالؒ کے کلام کے ساتھ دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اوراق: 364 قیمت: -/350 روپے
شاہین اپنی بلند پروازی، خودداری اور دلیری جیسی خوبیوں کے باعث پرندوں کی دنیا میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اسی لئے مصنفؒ نے علامہ اقبالؒ کے کلام کو یکجا کرتے ہوئے مسلمانوں کو شاہین کی صفات اپنانے کی ترغیب دلائی ہے۔

شاپ نمبر۲، ظہور ہوٹل، نزد مکتبۃ المدینہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور فون: 03234878481، 042- 37114939
Web: www.nishanemanzal.com eMail: nishanemanzal@gmail.com